اپریل 2026
قیمت: 200 روپے
www.monthlycrimebureau.com
ABC Certified باقاعدہ تصدیق شدہ
CRIME BUREAU

ماہنامہ کرائم بیورو کراچی

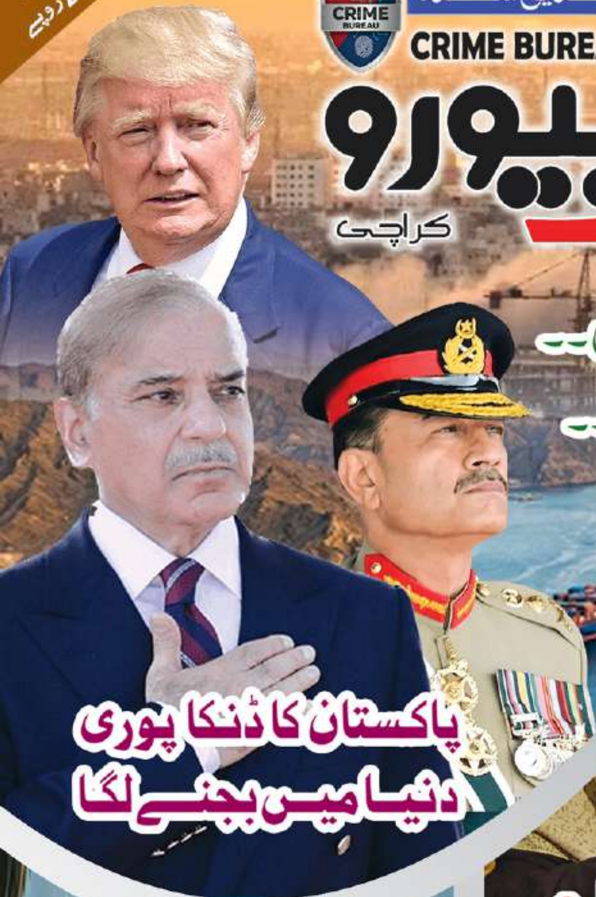

پاکستان کا ڈنکا پوری دنیا میں بجنے لگا

امریکا، ایران مہمان۔۔
پاکستان میزبان۔۔
دنیا حیران

جنگ نے غزہ کی خواتین کی زندگی کیسے بدلی؟

'کوئی ماں جگر کا ٹکڑا دفن نہ کرے'

Mystery Dak

میسٹری ڈاک

انسانی جسم کائنات کا سب سے بڑا معمہ ہے" میسٹری ڈاک" میں ہم آپ کو ان قدیم باطنی طاقتوں سے روشناس کرائیں گے جو آپ کے جسم، سانس اور خلیات میں پوشیدہ ہیں آئیں ادویات کے بغیر لازوال حُسن کے سفر پر چلیں

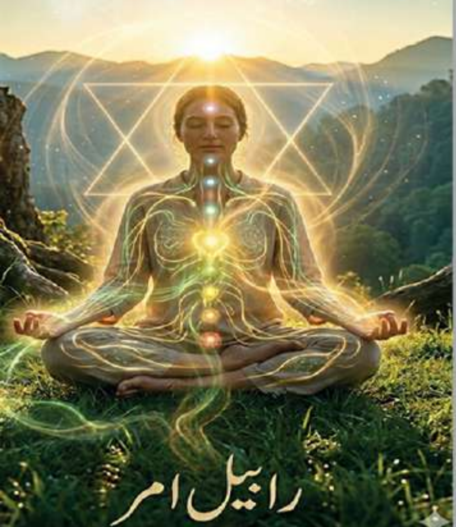

رابیل امر

ایران اور امریکہ اسرائیل کی جنگ کی وجہ سے مال بردار جہاز کراچی کا رخ کیوں کر رہے ہیں؟

1970 کی دہائی کا تیل بحران کیا تھا، اور کیا دنیا اس سے بھی بڑے بحران کی طرف بڑھ رہی ہے؟

CRIME STOPPERS

CRIME SCENE DO NOT CROSS

میاں محمد علی نیکوکارہ

(ایڈیشنل آئی جی آپریشنز پنجاب)

قمر عباس

(ایس ایچ او کھوکھراپار)

عتیق الرحمٰن

(ایس ایچ او سعود آباد)

انسپکٹر ریاض بھٹو

(ایس ایچ او ملیر سٹی)

www.monthlycrimebureau.com

ABC Certified باقاعدہ تصدیق شدہ

CRIME BUREAU

ماہنامہ

کرائم بیورو

کراچی

جلد نمبر 06 | اپریل 2026ء | شمارہ نمبر 05

قیمت: 200 روپے

فرمان الٰہی

اے ایمان والو! تمہاری دولت اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔ اور جو لوگ اس غفلت میں مبتلا ہوں گے وہ بڑے گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔

(المنافقون:9)

فرمان مصطفیٰ ﷺ

جس شخص کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو وہ بخیل ہے۔

(ترمذی 3546)

فہرست

اسلام آباد مذاکرات ختم ہونے پر ایران نے کیا کہا اور اب کیا ہوگا؟ 05-06
ایران جنگ کے تناظر میں اُبھرتے نئے عالمی نظام کی ایک جھلک 07-08
ٹرمپ کو چھت سے اُتارنے کے بدلے پاکستان کو کیا انعام ملے گا؟ 09
آبنائے ہرمز: ایران کے لیئے جوہری بم سے بھی زیادہ مؤثر ہتھیار 10-11
جنگ نے غزہ کی خواتین کی زندگی کیسے بدلی؟ 12-13
ایران نے آخر کار ٹرمپ کی طاقت کی حد بے نقاب کر دی 14-15
پاکستان کا ڈنکا پوری دنیا میں بجنے لگا 16
آبنائے باب المندب: ممکنہ بندش دنیا کو کیسے متاثر کرے گی؟ 17
کمشنر کراچی کی ہدایت پر غیر قانونی تعمیرات کے خلاف بڑا آپریشن 18
تیل کا بطور ہتھیار استعمال، تاریخ کا سبق اور ایران جنگ 19-20
ایران، امریکہ جنگ: مال بردار جہاز کراچی کا رخ کیوں کر رہے ہیں؟ 21
میسٹری ڈاک۔۔۔۔۔۔(تحریر: رابیل امر) 22
ہمدرد فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام عالمی کانفرنس 23
کیا دنیا 1970 کی دہائی سے بھی بڑے کا تیل بحران کی طرف بڑھ رہی ہے؟ 24
حقائق کی درست ترسیل سے معاشرتی بہتری ممکن ہے: ایڈیشنل آئی جی پنجاب 25
انوسٹر حنیف کی دھوکہ دہی: دوست نے دوست کی جمع پونجی لوٹ لی 26
عید کی خوشیاں۔۔۔کرائم بیورو کے سنگ 27
دعا۔۔۔۔۔۔(تحریر: ماہم چوہدری) 28
ایران جنگ کے باعث متحدہ عرب امارات میں پاکستانیوں کی کہانیاں 29-30

چیف ایڈیٹر: شیخ حسین امر
سر پرست اعلیٰ:
ایڈیٹر: عرفان ساگر
ڈپٹی ایڈیٹر: سید عامر حسین، مارشا امر
منیجنگ ایڈیٹر: معظمہ جٹ
ایڈیٹر انوسٹی گیشن: شکیل ناچ

مجلس ادارت:
نیاز کھوکھر، راؤ جمیل، آغا خالد، ضیاء الرحمٰن، ڈاکٹر جعفر عباس، سمیر قریشی، ملیحہ عمران (انگلینڈ)، غازی صلاح الدین، فاروق مرزا (امریکہ)، عبد الوحید جیلانی، افضل سندھو، کامران خان، اسد اللہ خان، طارق پٹھان

انچارج انوسٹی گیشن ٹیم: زاہد شاہ، حاجی صفدر کریالہ راجپوت
چیف رپورٹر: انور سلطان (0300 2056305)

کرائم رپورٹرز:
عمیر خان، عمران شاہد، عبد اللہ گدی، سہیل آرائیں، محمد احسن، محمد آصف نور العارفین، نعمان صافی، سلطان چاکی سومرو احسن کنڈی (فیصل آباد)

چیف فوٹو گرافر: عبد الستار قریشی **فوٹو گرافر:** آصف قریشی
بیورو چیف: نوید میو (اسلام آباد) سعدیہ حق (لاہور) چوہدری مستقیم (چنیوٹ) عبد الغفور سروہی (حیدر آباد)
ڈپٹی بیورو چیف: ہارون علی (چنیوٹ)
تحصیل رپورٹر: حیدر علی (چنیوٹ) **اعزازی رپورٹر:** ساجد علی شاہ (چنیوٹ)
ڈسٹرکٹ رپورٹرز: محمد نعیم (چنیوٹ) ابرار احمد (سوات) مراد عباسی (پنو عاقل) آفتاب سروان (ٹھٹھہ)
انچارج سندھ ڈیسک: انعام شاہ (03043010516)
اسپیشل رپورٹر: راؤ عدنان **اسٹاف رپورٹر:** محمد یوسف
قانونی مشیران: امجد حسین قریشی ایڈووکیٹ
امان اللہ یوسفزئی ایڈووکیٹ، نظر اقبال (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

پبلشر فضیل امر نے خرم پرنٹنگ پریس پاکستان چوک سے چھپوا کر آفس نمبر 1، پاکستان ہاؤسنگ اتھارٹی قائد آباد ملیر سے شائع کیا
monthlycrimebureau@gmail.com
crimebeauru@gmail.com

- آج کے جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس سوشل میڈیا کے دور میں ہم تحقیقاتی صحافت کو زندہ رکھنے کا عزم لئے ایک ماہنامہ میگزین کا اجراء کر چکے ہیں جس میں سینئر اور تحقیقی صحافیوں پر مشتمل تجربہ کار ٹیم کی مجلس ادارت ہے۔ میگزین کا فوکس کرائم کے شعبے سے جڑے تحقیقاتی مضامین سے ہے۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ میگزین کا ہر شمارہ ہر مہینے کی ایک دستاویز کی حیثیت کا حامل ہو۔
- کراچی، اسلام آباد، لاہور، حیدرآباد، فیصل آباد، سکھر، پشاور، کوئٹہ سمیت تمام چھوٹے بڑے شہروں سے بیورو چیفس اور ضلعی نمائندگان کے تحقیقاتی مضامین اور رپورٹس آپ کو نہ صرف چونکائیں گی بلکہ ارباب اختیار کو ایکشن میں آنے پر مجبور بھی کریں گی۔

ہماری ٹیم میں شامل ہونے اور میگزین کا حصہ بننے کیلئے رابطہ کریں

واٹس ایپ نمبر: 0300 2056305

امریکہ کی ’فائنل آفر‘، تہران کا جواب اور پاکستان کی امید

اسلام آباد مذاکرات ختم ہونے پر ایران نے کیا کہا اور اب کیا ہوگا؟

اتوار کی صبح امریکی نائب صدر جے ڈی وینس اسلام آباد میں ایرانی وفد کے ساتھ 21 گھنٹے تک مذاکرات کے بعد بنا کسی معاہدے کے نور خان ایئربیس سے واپس روانہ ہوئے تو کئی سوالات چھوڑ گئے۔

کیا مذاکرات ختم ہو گئے یا ابھی بات چیت جاری رہے گی؟ جنگ بندی کا مستقبل کیا ہوگا؟ امریکہ کا اگلا لائحہ عمل کیا ہوگا؟

جے ڈی وینس نے روانگی سے قبل ایک مختصر پریس کانفرنس کی جس کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ ایران سے کوئی حتمی معاہدہ نہیں ہوسکا۔ تاہم تجزیہ کاروں کی رائے میں اسلام آباد میں ہونے والی بات چیت نا صرف تاریخی رہی بلکہ یہ جاری رہنے کا قوی امکان موجود ہے۔

بات چیت پر ایران کا کیا موقف ہے اور پاکستان نے کس امید کا اظہار کیا ہے، اس سے پہلے امریکی نائب صدر کی پریس کانفرنس کے چند اہم نکات جاننا ضروری ہے۔

جے ڈی وینس نے کہا کہ ایرانی وفد سے بات چیت ہوئی، ’یہ اچھی خبر ہے۔ بری خبر یہ ہے کہ ہم کسی معاہدے پر نہیں پہنچ سکے۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ امریکہ کے مقابلے میں ایران کے لیے زیادہ بری خبر ہے۔‘

ان کا کہنا تھا کہ ’ہم ایسی جگہ نہیں پہنچ پائے جہاں ایران ہماری شرائط تسلیم کرتا۔‘

جب ان سے ایرانی جوہری پروگرام کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ ’ایران کو جوہری ہتھیار حاصل کرنے سے روکنا صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا فوری اور دیرپا مرکزی مقصد ہے۔‘

جے ڈی وینس نے بتایا کہ اسلام آباد میں مذاکرات کے دوران ان کی تقریباً ایک درجن سے زیادہ مواقع پر ٹرمپ سے بات ہوئی۔

تاہم جاتے جاتے جے ڈی وینس نے یہ کہا کہ ’ہم ایک بہت سادہ تجویز چھوڑ کر جا رہے ہیں جو ہماری حتمی اور بہترین آفر ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آیا ایران اسے مانتا ہے۔‘

اس جملے سے بظاہر یہ تاثر ملتا ہے کہ امریکہ کی جانب سے ایران کو پیشکش کی گئی ہے اور اب اس پر جواب کا انتظار کیا جائے گا۔

جب جے ڈی وینس سے سوال کیا گیا کہ ایران نے کون سی شرائط ماننے سے انکار کیا تو امریکی نائب صدر نے جواب دیا کہ ’میں تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا کیوں کہ 21 گھنٹے تک بند کمرے میں بات چیت کے بعد میں عوامی سطح پر مذاکرات نہیں کرنا چاہتا۔‘

تاہم ایک موقع پر ان کا کہنا تھا کہ ’میں نے اپنی ریڈ لائنز واضح کر دی ہیں کہ ہم کن معاملات پر لچک دکھا سکتے ہیں اور کن باتوں پر نہیں۔ اور یہ چیز ہم نے بہت کھل کر ان کے سامنے رکھی ہے، انھوں نے ہماری شرائط تسلیم نہیں کیں۔‘

جے ڈی وینس نے پاکستانی وزیر اعظم شہباز شریف اور آرمی چیف فیلڈ مارشل عاصم منیر کا شکریہ بھی ادا کرتے ہوئے کہا کہ دونوں بہت بہترین میزبان تھے اور مذاکرات میں جو بھی کمی رہی وہ پاکستانیوں کی وجہ سے نہیں تھی ’جنھوں نے بہترین کام کیا اور واقعی کوشش کی کہ ایران اور ہمارے درمیان موجود خلا کو دور کریں اور کسی معاہدے تک پہنچنے میں کامیاب ہوں۔‘

دو یا تین اہم معاملات کے علاوہ بہت سے موضوعات پر ’مفاہمت‘ ہو گئی تھی: ایران

امریکی نائب صدر کی جانب سے مذاکرات ’بے نتیجہ قرار دیے جانے کے بعد ایران کا مؤقف بھی آیا۔

اسلام آباد میں ہونے والے مذاکرات میں ایرانی وفد کی سربراہی کرنے والے محمد باقر قالیباف کا کہنا ہے کہ ’مذاکرات سے قبل میں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ مذاکرات کے لیے ضروری نیت اور ارادہ موجود ہے، لیکن گذشتہ دو جنگوں کے تجربات کے باعث ہمیں مخالف فریق پر بھروسہ نہیں۔‘

ایرانی پارلیمان کے سپیکر باقر قالیباف نے ایکس اکاؤنٹ پر جاری ایک بیان میں کہا ہے کہ ’بات چیت کے دوران ایرانی وفد میں شامل میرے ساتھیوں نے مختلف تجاویز پیش کیں تاہم مخالف فریق مذاکرات کے اس دور میں ایرانی وفد کا اعتماد جیتنے میں ناکام رہا۔‘

ان کا کہنا ہے کہ ’امریکہ کو ہماری منطق اور اصولوں کے متعلق اندازہ ہو گیا ہے، اب فیصلہ انھوں نے کرنا ہے کہ آیا وہ ہمارا اعتماد حاصل کر سکتے ہیں کہ نہیں۔‘

باقر قالیباف کا کہنا ہے کہ ایرانی قوم کے حقوق کے دفاع کے لیے وہ سفارتکاری کے ساتھ ساتھ فوجی جدوجہد پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چالیس دن کی جنگ کے دوران ایرانی قوم کے دفاع میں حاصل ہونے والی کامیابیوں سے ایک لمحے کے لیے بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

انھوں نے مذاکراتی عمل میں سہولت کاری کے لیے اہم کردار ادا کرنے پر پاکستان کا شکریہ ادا کیا۔

انھوں نے ایرانی وفد میں شامل اپنے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا، ’بہت خوب، خدا آپ کو مزید ہمت دے۔‘

اس سے قبل جے ڈی وینس کی پریس کانفرنس کے بعد جاری بیان میں ایرانی وزارت خارجہ کے ترجمان اسماعیل بقائی نے کہا تھا کہ بہت سے موضوعات پر ’مفاہمت‘ ہو گئی تھی تاہم دو یا تین اہم معاملات پر دونوں فریقوں میں اتفاق رائے نہ ہو سکا، جس کے باعث بالآخر مذاکرات کسی

معاہدے تک نہیں پہنچ سکے۔

انھوں نے کہا: 'یہ مذاکرات 40 دن کی مسلط کردہ جنگ کے بعد ہوئے اور بداعتمادی اور شکوک وشبہات کے ماحول میں انجام پائے۔ فطری بات ہے کہ ابتدا ہی سے کسی ایک نشست میں معاہدے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے تھی۔ کسی کو بھی ایسی توقع نہیں تھی۔'

اسماعیل بقائی کے مطابق ان مذاکرات میں آبنائے ہرمز سمیت چند نئے موضوعات بھی شامل کیے گئے اور ہر موضوع کی اپنی پیچیدگیاں ہیں۔

ایرانی وزارت خارجہ کے ترجمان کا کہنا تھا: 'سفارت کاری کبھی ختم نہیں ہوتی اور یہ قومی مفادات کے تحفظ کا ایک ذریعہ ہے۔'

بی بی سی فارسی کے مطابق جے ڈی وینس کی پاکستان سے روانگی کے بعد ایرانی وفد بھی روانہ ہوگیا۔

امریکی نائب صدر کی پریس کانفرنس کے تقریباً دو گھنٹے بعد پاکستانی وزیر خارجہ اور نائب وزیراعظم اسحاق ڈار نے پریس کانفرنس کی اور امید ظاہر کی کہ 'دونوں فریق خطے میں اور اس سے باہر پائیدار امن اور خوشحالی کے لیے مثبت جذبے کا مظاہرہ کرتے رہیں گے۔'

وزیر خارجہ نے امریکہ اور ایران کا

شکریہ ادا کیا جنھوں نے پاکستان کی جانب سے خطے میں فوری جنگ بندی کی اپیل پر مثبت ردعمل دیا اور اسلام آباد میں امن مذاکرات کے انعقاد کے لیے وزیراعظم شہباز شریف کی دعوت قبول کی۔

اسحاق ڈار نے کہا کہ فریقین کے درمیان 'مشکل اور تعمیری مذاکرات' کے کئی دور ہوئے جس میں انھوں نے آرمی چیف فیلڈ مارشل عاصم منیر کے ہمراہ معاونت کی۔

وزیر خارجہ نے دونوں فریقوں کا شکریہ ادا کیا کہ 'انھوں نے جنگ بندی کے حصول میں پاکستان کی کوششوں اور اس کے ثالثی کردار کو سراہا۔'

اسحاق ڈار کا کہنا تھا: 'ضروری ہے کہ تمام فریق جنگ بندی کے حوالے سے اپنے عزم کی پاسداری جاری رکھیں۔'

تجزیہ کاروں کے سوالات اور خدشات

مذاکرات 'بے نتیجہ' رہ جانے کی خبر سامنے آنے کے بعد تجزیہ کاروں نے سوالات اٹھائے ہیں اور خدشات کا اظہار کیا ہے۔

تجزیہ کار مائیکل کوگلمین نے ایکس پر لکھا کہ امریکہ ایک ایسا معاہدہ چاہتا ہے جو اسے جنگ سے نکلنے میں مدد دے، جس کی وجہ مقامی سیاست ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ سینئر افراد پر مشتمل گروپ کا پاکستان آنا ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ سنجیدہ تھا۔

مائیکل کوگلمین کی رائے ہے کہ امریکی نائب صدر کے بیان کے باوجود بات چیت ابھی شاید ختم نہیں ہوئی اور مزید بات چیت ہو سکتی ہے لیکن یہ واضح نہیں کہ اب یہ پاکستان میں ہی ہوگی یا کہیں اور۔

پیٹر شکف نے سوال اٹھایا کہ امریکی وفد کسی معاہدے کے بغیر واپس روانہ ہو چکا ہے تو اب کیا ہوگا؟

انھوں نے لکھا کہ ٹرمپ یقیناً 'ایرانی تہذیب کو مٹانے' کی دھمکی پر عملدرآمد نہیں کریں گے تو امریکہ اب کیا کرے گا؟ 'ایسا لگتا ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ کمزور مذاکراتی پوزیشن میں ہیں اور یہ بات ایران جانتا ہے۔'

سابق افغان سفارت کار اشرف حیدری نے سوشل میڈیا پر رائے دی کہ اسلام آباد مذاکرات نے اپنا ابتدائی مقصد حاصل کر لیا ہے یعنی 'دونوں فریق آمنے سامنے بیٹھے اور اپنی پوزیشن واضح کی۔'

ان کا کہنا تھا کہ 'دونوں نے اپنی ریڈ لائنز واضح کیں، دونوں کو یہ علم ہو گیا ہے کہ ان کا فریق کن معاملات پر لچک دکھا سکتا ہے اور یہ بھی کہ کن معاملات پر انھیں لچک دکھانا ہوگی۔'

اشرف حیدری نے اس امید کا اظہار کیا کہ دونوں فریق واپس جا کر اپنے مؤقف کا جائزہ لیں گے اور امید ہے کہ مذاکرات جاری رہیں گے۔

اشرف حیدری کا کہنا تھا کہ 'اسے ایک عمل کے طور پر دیکھنا چاہیے نا کہ ڈرامائی قسط کے طور پر۔'

اور اسی لیے، ان کی رائے میں مذاکرات جاری رہیں گے۔

رضا رومی کا کہنا تھا کہ 'پاکستان نے خاموشی سے ایک سٹریٹیجک فتح حاصل کی ہے۔ ان کے مطابق امریکہ اور ایران کو ایک سفارتی مقام پر اکھٹا کرنا ہی ایک کامیابی ہے۔'

انڈیا کے خبر رساں ادارے اے این آئی (ایشین نیوز انٹرنیشنل) کو رائے دیتے ہوئے خارجہ امور کے ماہر رابندر سچدیو نے امریکہ ایران

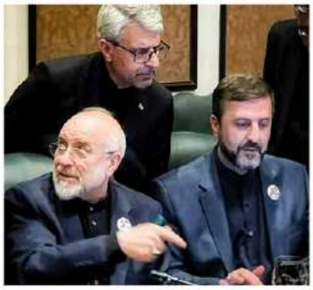

مذاکرات بے نتیجہ رہنے کو بدقسمتی قرار دیا۔

ان کے خیال میں امریکہ اور ایران دونوں نے ہی سخت مؤقف اختیار کر رکھا تھا۔ رابندر سچدیو نے کہا: 'دلچسپ بات یہ ہے کہ امریکی اور اسرائیلی فوج کی جانب سے بھاری نقصان اٹھانے کے باوجود، ایران امریکی مطالبات کے آگے جھکنے پر آمادہ نہیں ہوا۔'

رابندر کے مطابق ایران اپنے جوہری پروگرام پر خودمختاری چاہتا ہے اور آبنائے ہرمز پر اپنے اختیار پر بھی اصرار کرتا ہے اور اسی وجہ سے مذاکرات آگے نہیں بڑھ سکے۔

امریکی اخبار نیو یارک ٹائمز میں ڈیوڈ سینگر نے لکھا: 'یہ سوچنا شروع سے ہی مشکل تھا کہ نائب صدر وینس ایک ہی مذاکراتی نشست میں کسی معاہدے تک پہنچ جائیں گے۔'

ڈیوڈ سینگر کے مطابق ایران کے ساتھ 2015 کا جو معاہدہ ہوا، وہ طے پانے میں تقریباً دو سال لگے تھے۔ اگرچہ آج حالات مختلف ہیں، آج دونوں ملک عملاً حالتِ جنگ میں ہیں۔

ڈیوڈ سینگر نے لکھا: 'مسائل کی پیچیدگی، ایران کی قومی شناخت میں جوہری پروگرام کی مرکزی حیثیت، اور آبنائے ہرمز پر کنٹرول کی بحث، یہ سب اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ مذاکرات کا عمل طویل ہوگا۔'

امریکی ٹی وی چینل سی این این کے نامہ نگار اور مدیر برائے سفارتی امور نک رابرٹسن نے سیرینا ہوٹل اسلام آباد کے اُس مقام سے ویڈیو بنائی جہاں امریکی نائب صدر جے ڈی وینس نے پریس کانفرنس کی تھی۔

پریس کانفرنس میں جے ڈی وینس کی جانب سے امریکہ کی 'حتمی اور بہترین' پیشکش کا حوالہ دیتے ہوئے نک رابرٹسن نے کہا: 'گیند اب ایران کے کورٹ میں ہے کہ وہ ان سوالات کے جوابات دے، جو وہ اس طویل مذاکراتی دور کے دوران دینے میں ناکام رہا۔'

نک رابرٹسن کے مطابق ایران کا خیال ہے کہ 'پتے اب بھی اس کے ہاتھ میں ہیں' اور وہ اب بھی آبنائے ہرمز کو کنٹرول کر سکتا ہے اور اسے ہی اپنی 'اصل برتری' سمجھتا ہے۔

سب سے اہم سوال: آگے کیا ہوگا؟

بی بی سی کے نامہ نگار برائے ورلڈ نیوز جو ووڈ لکھتے ہیں کہ کیونکہ دونوں فریق مذاکرات سے قبل ہی اپنی فتح کا دعویٰ کر رہے تھے، ایسے میں معاہدہ ہونا پہلے ہی مشکل دکھائی دے رہا تھا۔

'آخرکار یہ ناممکن ثابت ہوا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو مذاکرات کی

ناکامی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے واپس چلے گئے۔'

اب اہم سوال یہ ہے کہ آگے کیا ہوگا؟

گذشتہ ہفتے صدر ٹرمپ کی جانب سے ایران کی 'تہذیب کو تباہ کرنے' کی ڈیڈلائن ختم ہونے میں محض کچھ وقت ہی رہتا تھا کہ امریکی صدر نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔

جو ووڈ لکھتے ہیں کہ یہ تو واضح نہیں کہ مذاکرات کے بے نتیجہ رہنے کے بعد ایران پر حملے دوبارہ شروع ہوں گے یا نہیں لیکن اس کے امکانات بلاشبہ بڑھ گئے ہیں۔

'جہاں تک آبنائے ہرمز کا تعلق ہے جسے ایران نے بند کر رکھا تھا اس کے ذریعے بحری جہازوں کی آمدورفت کی بحالی کا امکان فی الحال ختم ہوتا دکھائی دیتا ہے۔'

ان کا کہنا ہے کہ خلیج میں دو امریکی جنگی جہازوں کی آمد اس جانب اشارہ کرتی ہے کہ امریکہ شاید کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔

جو ووڈ مزید لکھتے ہیں کہ امریکہ نے ایران کی جانب سے جوہری ہتھیار نہ بنانے کی مستقل یقین دہانی نہ دینے کو سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے۔ ایران ہمیشہ اس بات سے انکار کرتا آیا ہے کہ وہ یااب سے بڑا دفاعی ہتھیار X حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن گذشتہ ایک سال کے دوران دو جنگوں نے ایران میں جوہری ہتھیار بنانے کے حامیوں کے موقف کو تقویت ضرور بخشی ہوگی۔

'امریکہ اور ایران کے درمیان یہ براہِ راست مذاکرات یقیناً تاریخی تھے..... مگر شاید انھیں سفارت کاری کی ناکامی کے طور پر یاد رکھا جائے۔'

عین ممکن ہے کہ امریکہ، اسرائیل اور ایران کے درمیان جاری جنگ کو اُبھرتے ہوئے نئے عالمی نظام (ورلڈ آرڈر) کے تحت لڑی جانے والی ابتدائی بڑی جنگوں میں شمار کیا جائے۔ یعنی ایک ایسے نئے عالمی نظام کے تحت لڑی جانے والے جنگ جس میں وہ اصول اپنی اثر پزیری کھوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جو گذشتہ کئی دہائیوں سے بین الاقوامی طریقہ کار تیار کیے ہیں جو بین الاقوامی قوانین اور ضابطوں کو بائی پاس کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔

دنیا کی جانب سے کسی ایک ملک پر عائد اتنی وسیع پابندیوں کا شکار ہونے کے باوجود، ایران نے اپنا تیل برآمد کرنا اور خطے میں اپنا اثر و رسوخ برقرار رکھنے کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

ترجیحات اس کی جانب سے کی گئی کسی بھی فوجی کارروائی کو جواز بخشتی ہیں، خاص طور پر ایسے وقت میں جب اسے امریکہ کی مضبوط سٹریٹجک حمایت حاصل ہے۔

امریکہ اس نظام کے اندر ایک مختلف حیثیت رکھتا ہے۔ واشنگٹن سنہ 1945 کے بعد سامنے آنے والے عالمی نظام کا محض حصہ نہیں ہے بلکہ اس

ایران جنگ کے تناظر میں اُبھرتے نئے عالمی نظام کی ایک جھلک، جہاں چند ممالک کو محض 'تفریح کے لیے' نشانہ بنایا جا سکتا ہے

رویوں کو منظم کرتے رہے ہیں۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد کے بیشتر عرصے میں جنگ اور سفارتکاری باضابطہ طور پر ایک ایسے ڈھانچے کے اندر آپریٹ کرتی رہی جو بین الاقوامی قانون اور اقوام متحدہ جیسے اداروں کے زیر اثر تشکیل پایا تھا۔

حتیٰ کہ جب جنگ کے دوران بھی ان عالمی اصولوں کو توڑا گیا یا اپنے مقاصد کے لیے انھیں استعمال کیا گیا، تب بھی حکومتیں عموماً اپنی کارروائیوں کو اسی نظام کے اندر رہتے ہوئے جواز دینے کی کوشش کرتی تھیں۔

فوجی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ عموماً قانونی دلائل، سفارتی مشاورت یا بین الاقوامی اتحادوں کی تشکیل بھی شامل ہوتی تھی۔

مگر ایران جنگ میں یہ تمام عوامل محدود کردار ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ بین الاقوامی فریم ورک سے ہم آہنگ نظر آنے کے بجائے حالیہ سٹریٹجک فیصلے فوجی، سیاسی یا سکیورٹی کلکیولیشنز (حساب) سے متاثر نظر آتے ہیں۔

ایران کے لیے ایسے حالات میں کام کرنا بالکل نیا نہیں ہے۔ کئی دہائیوں سے یہ ملک وسیع بین الاقوامی پابندیوں اور سیاسی تنہائی میں زندگی گزار رہا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس نے ایسے نیٹ ورکس اور معاشی

اس سٹریٹجک ثقافت کے اندر رہتے ہوئے کشیدگی کو اکثر ناپ تول کر بڑھایا جاتا ہے۔ ماضی کے بحرانوں میں ایران کا ردعمل عام طور پر اپنے مخالفین اور دشمنوں کے لیے تصادم کی قیمت بڑھانے کی صورت میں سامنے آتا رہا ہے، اور ان بحرانوں میں ایران کی کوشش رہی کہ اس کی کارروائیوں کے تناظر میں ایک وسیع تر علاقائی جنگ نہ بھڑکے۔

ماضی کی کشیدگیوں میں ایران کا بڑا مقصد اکثر یہ رہا ہے کہ مخالفین پر معاشی یا سیاسی دباؤ بڑھایا جائے، اور اس حد تک بڑھایا جائے کہ بیرونی قوتیں کشیدگی کم کرنے کے لیے دباؤ ڈالیں۔

دوسری جانب اسرائیل بھی ایسے ماحول میں کام کرنے کا عادی ہے جہاں بین الاقوامی معاہدے اس کے لیے فوری آپریشنل حد میں تبدیل نہیں ہوتے۔ اسرائیلی فوجی نظریہ طویل عرصے سے اس بات پر زور دیتا آیا ہے کہ جب اسرائیلی قیادت کو کسی جانب سے سنگین خطرہ محسوس ہو تو برق رفتار اور فیصلہ کن کارروائی کی جائے۔ پیشگی حملے اور زبردست طاقت کا استعمال اس حکمتِ عملی کا حصہ ہیں۔

حالیہ برسوں میں غزہ کی جنگ جیسے تنازعات میں اسرائیل کی جانب سے اٹھائے گئے اقدامات کو بین الاقوامی قانونی فورمز، بشمول عالمی عدالتِ انصاف اور بین الاقوامی فوجداری عدالت، میں بڑھتی ہوئی جانچ پڑتال کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

اسی دورانیے میں اسرائیل مسلسل یہ حساب لگاتا رہا ہے کہ اس کی سلامتی کی

نے اسے ڈیزائن کرنے اور قائم رکھنے میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد سامنے آنے والے عسکری اتحادوں، بننے والے عالمی اداروں اور قانونی اصولوں کے نیٹ ورکس نے اکثر عالمی سطح پر امریکی اثر و رسوخ کو فروغ دینے کا کام کیا ہے۔

گذشتہ دہائیوں میں امریکہ جس موقع پر اس نظام کو کھلے عام نظرانداز کرنے کے قریب آیا، وہ سنہ 2003 میں عراق پر امریکی حملہ تھا۔ اس وقت بھی واشنگٹن نے عراق میں فوجی مداخلت کو ایک وسیع تر اتحاد کی کوشش کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔

اس ضمن میں بنائے گئے نام نہاد 'اتحاد' میں برطانیہ، آسٹریلیا اور پولینڈ جیسے امریکی اتحادی شامل تھے، ساتھ ہی درجنوں دیگر حکومتیں مختلف سطحوں پر اس معاملے میں امریکہ کو حمایت فراہم کر رہی تھیں۔ اگرچہ عراق جنگ کے قانونی جواز پر شدید اختلاف رہا مگر پھر بھی امریکہ نے اس کارروائی کو کثیرالجہتی تناظر میں رکھنے کی کوشش کی۔

تاہم موجودہ (ایران، اسرائیل اور امریکہ) تصادم میں بین الاقوامی قانونی جواز پر زور تمام فریقوں کی جانب سے کم مرکزی دکھائی دیتا ہے اور اعلیٰ حکام کے بیانات میں ایک مختلف لہجہ اپنایا گیا ہے۔

مثال کے طور پر گذشتہ سنیچر (14 مارچ) کو امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ

نے کہا کہ امریکی حملوں کے ایک نئے سلسلے کے تحت ایران کے خارگ جزیرے کے بڑے حصے کو 'مکمل طور پر تباہ' کر دیا گیا ہے۔

ٹرمپ نے این بی سی نیوز کو مزید بتایا کہ 'ہم محض تفریح کے لیے اسے (جزیرہ خارگ) مزید کئی مرتبہ نشانہ بنائیں۔' اس نوعیت کے بیانات ایسے سفارتی انداز کو ظاہر نہیں کرتے ہیں، جو روایتی طور پر بڑی امریکی فوجی کارروائیوں کے موقع پر نظر آتا تھا۔

اس نئے انداز اور ڈھنگ میں معاشی ذرائع کو بھی زیادہ جارحانہ طور پر اپنی پالیسیوں کے فروغ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ محصولات یعنی ٹیرف، تجارتی پابندیاں اور مالی اقدامات نہ صرف مخالفین بلکہ دیرینہ شراکت داروں پر بھی لاگو کیے گئے ہیں۔

واشنگٹن کی جانب سے یورپی حکومتوں، بشمول برطانیہ اور نیٹو اتحادی ممالک، کو دفاعی اخراجات، مائیگریشن کی پالیسی، تجارتی طریقوں اور روس کے ساتھ تعلقات جیسے مسائل پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

ایسی پالیسیاں قلیل مدت میں مؤثر دکھائی دے سکتی ہیں تاہم ان پالیسیوں کے طویل مدتی اثرات کم واضح ہیں۔ اگر اصولوں پر مبنی نظام کے بنیادی معمار ہی اِن اصولوں پر کم زور دینا شروع کر دیں تو دیگر حکومتیں بھی خود کو ان اصولوں کا کم پابند محسوس کر سکتی ہیں۔

ماضی میں ہونے والی تصادم میں ایران کے رویے نے یہ ظاہر کیا ہے کہ کیسے اس کی قیادت نے ان حدود کے اندر رہتے ہوئے کام کیا۔ ماضی کے بحرانوں کے دوران، بشمول 2025 میں ایران، اسرائیل کی 12 روزہ جنگ کے دوران، تہران نے فوجی ردعمل دیتے ہوئے بھی بڑی حد تک اپنی سٹریٹجک ریڈ لائنز کا خیال رکھا۔ اگرچہ یہ 12 روزہ تنازع بین الاقوامی قانونی ڈھانچے سے انحراف پر مبنی تھا، مگر ایران کی جانب سے جوابی اقدام پھر بھی ناپ تول کر اٹھایا گیا۔

جب گذشتہ تنازعے میں ایران نے قطر میں واقع امریکی فوجی اڈے العدید ایئر بیس پر میزائل داغے تھے تو حملے سے قبل غیر رسمی انتباہات قطر اور امریکی حکام کو دیے گئے تھے۔ اسی طرح کے اشارے اس سے پہلے عراق میں امریکی اہداف پر ایرانی حملوں کے دوران بھی دیکھے گئے تھے۔ خاطر خواہ نقصان اٹھانے کے باوجود، تہران کا جوابی اقدام اس طرح ترتیب دیا گیا تھا کہ کشیدگی وسیع پیمانے پر نہ بڑھے اور علاقائی جنگ کی صورت اختیار نہ کرے۔

تاہم موجودہ جنگ میں یہ صورتحال کمزور دکھائی دیتی ہیں۔ امریکہ، اسرائیل کے ابتدائی حملے میں سپریم لیڈر آیت اللہ علی خامنہ ای کی ہلاکت کے بعد، ایران نے پورے جزیرہ نما عرب میں امریکی تنصیبات پر حملے کیے، جن میں فوجی اڈے اور شہری اہداف و ڈھانچے دونوں شامل تھے۔ اسی دوران ایران نے دنیا کے سب سے اہم بحری راستے آبنائے ہرمز میں تجارتی جہازوں کی آمد و رفت کو مؤثر طور پر متاثر کیا ہے۔

اور اس نوعیت کے ایرانی اقدامات کے نتائج فوری سامنے آئے۔ تیل و گیس کی عالمی منڈیوں نے شدید ردعمل ظاہر کیا اور آبنائے ہرمز میں رکاوٹ نے تیل و گیس کی عالمی سپلائی چین کو دباؤ کا شکار کیا۔ بین الاقوامی کاروبار اور حکومتوں کے لیے یہ واقعہ اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ کس طرح ایک علاقائی تنازع تیزی سے عالمی سطح پر معیشت کو جھٹکے پہنچا سکتا ہے۔

دیگر بڑی طاقتیں ان واقعات سے اپنے نتائج اخذ کر رہی ہیں۔ روس کو عالمی سطح پر تیل و گیس کی بلند قیمتوں سے فائدہ ہو سکتا ہے جبکہ امریکہ کی جانب سے ماسکو پر پابندیوں کا دباؤ بھی کم ہوا ہے اس کے برعکس کے یورپی یونین نے اس کی مخالفت کی ہے۔ دوسری جانب چین غالباً قریب سے دیکھ رہا ہے کہ اس حالیہ تنازع کے نتیجے میں بین الاقوامی اصول کس حد تک بدل سکتے ہیں اور کس سمت میں جا سکتے ہیں۔

حالیہ ایران تنازعے کے پس منظر میں حالات جو رُخ اختیار کرتے نظر آ رہے ہیں اس پر یورپ محدود اثر رکھتا دکھائی دیتا ہے۔ سفارتی کوششوں کے باوجود، یورپی یونین اور برطانیہ زیادہ تر خود کو حالات کو دیکھنے والے کے طور پر پاتے ہیں، نہ کہ انھیں تشکیل دینے والے کے طور پر۔

مشرقِ وسطیٰ میں اس جنگ سے پیدا ہونے والا سوال وسیع تر ہے۔ یہ سوال اس بین الاقوامی نظام کی پائیداری سے متعلق ہے جس نے سنہ 1945 سے عالمی تعلقات اور سیاست کو تشکیل دیا ہے۔ اگرچہ یہ نظام کبھی بھی عالمگیر سطح پر قبول نہیں کیا گیا اور اکثر اس پر اعتراض کیا گیا، پھر بھی اس نے ایک ایسا ڈھانچہ فراہم کیا جس کے اندر رہتے ہوئے طاقت استعمال کی جاتی رہی ہے۔

اور اگر یہ ڈھانچہ مزید کمزور ہوتا رہا، تو نتیجہ ایک ایسا بین الاقوامی ماحول ہو سکتا ہے جہاں ریاستیں ردعمل دکھانے میں مشترکہ عالمی اصولوں پر کم اور اپنی صلاحیت پر زیادہ انحصار کریں۔ ایسے منظر نامے میں، وہ ممالک بھی جو ابتدا میں اس نظام کے معمار تھے، اس کی زوال پذیری کے ایسے نتائج کا سامنا کر سکتے ہیں جن کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

ٹرمپ کو چھت سے اُتارنے کے بدلے پاکستان کو کیا انعام ملے گا؟

پچھلے تین ماہ کے نیو یارک ٹائمز، واشنگٹن پوسٹ، وال سٹریٹ جرنل، ہارٹیز اور ایکزیوس وغیرہ کی خبری کھچڑی پکائی جائے تو طشتری میں کچھ یوں نظر آئے گا کہ ایران میں دسمبر جنوری کے فسادات کی راہ ہموار کرنے کے لیے ایرانی ریال کی باقی ماندہ کمر توڑنے کے لیے ڈالر کا قحط پیدا کیا گیا تا کہ ایرانی کرنسی کی ویلیو کھائی میں گرنے کے نتیجے میں عام آدمی بے چین ہو کر باہر نکلے۔ (یہ اعتراف گذشتہ ماہ امریکی وزیرِ خزانہ سکاٹ بیسنٹ کانگریس کی ایک کمیٹی کے سامنے کر چکے ہیں)

ساتھ ہی ساتھ کردستان کے راستے اسلحہ، سٹار لنک کمیونیکیشن ڈیوائسز اور ماسٹر ٹرینرز ایران بھیجنے کی بھی بھرپور کوشش ہوتی ہے۔ گذشتہ سرکار مخالف عوامی احتجاجوں کے برعکس 27 دسمبر کو تہران کے بازار سے شروع ہونے والا یہ احتجاج نہ صرف راتوں رات سو سے زائد شہروں اور قصبوں تک پھیل جاتا ہے بلکہ تھانوں، سرکاری املاک اور اہلکاروں کو بطورِ خاص مسلح افراد نشانہ بناتے ہیں۔

رضا شاہ پہلوی، نیتن یاہو اور ٹرمپ کھل کے کہتے ہیں کہ ڈٹے رہو، امداد راستے میں ہے۔ ملاؤں کا تختہ الٹ دو۔ ایرانی حکومت انٹرنیٹ کاٹ دیتی ہے۔

آٹھ تا 10 جنوری جوابی تشدد ہوتا ہے، تین ہزار سے زائد لوگ مارے جاتے ہیں۔ سرکاری ذرائع کا دعوی ہے کہ مرنے والوں میں لگ بھگ 800 سرکاری اہلکار بھی شامل تھے۔

سنہ 1953 میں کچھ ایسا ہی کام سی آئی اے اور ایم آئی سکس نے ڈاکٹر محمد مصدق کی حکومت کے ساتھ کیا تھا۔ جنوری 2026 میں ایم آئی سکس کی جگہ موساد نے لے لی۔ بیس کیمپ خود مختار عراقی کردستان کو بنایا گیا۔

ٹرمپ نے اب سے تین دن پہلے خود اعتراف کیا کہ ہم نے کردوں کے ذریعے مظاہرین کو اسلحہ بھیجا مگر کردوں نے یہ اسلحہ خود رکھ لیا، میں ان سے خوش نہیں ہوں۔

موساد کے سربراہ ڈیوڈ بارنیا نے نیتن یاہو کو بریفنگ دی کہ آخری چوٹ لگانے کے لیے لوہا گرم ہے۔ ایرانی حکومت سے عام آدمی شدید نفرت کرتا ہے، بالائی قیادت اڑا دی جائے تو 47 برس سے دبی خلقت نکل کر باقی کام خود کر لے گی۔

نیتن یاہو اور بارنیا نے اس عرصے میں دو بار وائٹ ہاؤس میں ٹرمپ اور ان کی ٹیم (وزیرِ خارجہ مارکو روبیو، وزیرِ جنگ پیٹ ہیگسیتھ، چیرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف جنرل ڈان کین اور سی آئی اے چیف جان ریٹ کلف وغیرہ) کو تفصیلی بریفنگ دی۔ ان بریفنگز میں نائب صدر جے ڈی وینس شامل نہیں تھے۔

گذشتہ برس جون کی 12 روز جنگ کے پہلے ہی دن اسرائیل نے جس طرح تہران میں صفِ اول کی فوجی، جوہری اور سیاسی قیادت کا صفایا کر دیا تھا اس کامیابی سے اندازہ ہو گیا تھا کہ ایران میں موساد کی جڑیں کس قدر گہری ہیں۔ چنانچہ ٹرمپ اور پیٹ ہیگسیتھ کو یقین تھا کہ نیتن یاہو اور ڈیوڈ بارنیا کے تجزیات و تجربات پر اعتبار کرتے ہوئے دو سے ڈھائی ہفتے دورانیے کا ایک بھرپور، تیز رفتار ایکشن لیا جا سکتا ہے۔

بس بالائی قیادت کا سر کٹنے کی دیر ہے، ایرانی ریاست خود بخود عراق کی طرح زمیں بوس ہو جائے گی۔

البتہ مارکو روبیو کا تجزیہ تھا کہ امریکی نیشنل سکیورٹی سے منسلک اداروں کی متفقہ رائے ہے کہ ایران کا جوہری پروگرام امریکہ کے لیے فوری خطرہ نہیں ہے لہذا کسی فیصلہ کن کاروائی کرنے کی فی الحال ہنگامی ضرورت بھی نہیں۔

جنرل ڈان کین کی رائے تھی کہ بڑی کاروائی کے لیے تفصیلی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے تا کہ تیل اور گیس کی ترسیل اور اتحادی خلیجی ریاستوں کو کم سے کم متاثر رکھنے کے لیے موثر عسکری حکمتِ عملی ترتیب دی جا سکے۔

خلیجی ریاستوں نے بھی نیتن یاہو اور ڈیوڈ بارنیا کی 11 فروری کی آخری وائٹ ہاؤس بریفنگ کی بھنک پڑتے ہی عجلت پسند ٹرمپ پر دباؤ ڈالنے کی اپنی سی کوشش کی مگر نیشنل سکیورٹی کے ایک اہلکار کے بقول ٹرمپ اکثر اہم فیصلے دماغ سے زیادہ دل کی پکار پر کرنے کے عادی ہیں مگر ہر بار جوا کامیاب نہیں ہوتا۔ جب کچن کیبنٹ نے دیکھا کہ ٹرمپ جنگ پر تل ہی چکے ہیں تو پھر ہر کوئی لائن میں سیدھا ہو گیا۔

ٹرمپ کو اسرائیل کے ایرانی تجربے اور یقین دہانی پر اس قدر اعتماد تھا کہ نیٹو اتحادیوں، خلیجی جگریوں، جاپان، جنوبی کوریا، کانگریس اور ووٹروں کو بھی اعتماد میں لینے کا تکلف نہیں کیا گیا۔

ویسے بھی جو جنگ چھ دن میں ختم ہونے کا یقین ہو اس بارے میں وائٹ ہاؤس، پینٹا گون اور وزارتِ خارجہ کے سوا کسی اور کو اعتماد میں لینا چہ معنی دارد۔

نیتن یاہو اور ان کے ساتھیوں کا ذہن کچھ یوں ہے کہ بھلے ایران تباہ ہو یا اس کے ردِعمل میں خلیجی ریاستوں کا تیا پانچا ہو جائے کیا فرق پڑتا ہے۔ میدان ہموار ہونے کی صورت میں حتمی فائدہ تو اسرائیل کا ہی ہے۔

یہ سوچ اسرائیل میں اوپر سے نیچے تک موجود تھی اور ہے۔ مگر اسرائیل کے لیے ایران کا نوالہ منہ سے بڑا تھا، چنانچہ بقول نیتن یاہو ٹرمپ کی شکل میں میری 40 برس کی تپسیا رنگ لے آئی۔

اسرائیل کے برعکس امریکہ کی دلچسپی ایران کی جامع تباہی سے زیادہ رجیم چینج کے ذریعے جوہری اور میزائل پروگرام کے خاتمے اور تیل تک بااختیار رسائی تک ہے۔ اگر یوں ہو جائے تو وینزویلا پر قبضے کے بعد چین کو توانائی کے ایک اور وسیلے سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ خلیج کو انیس سو ستر کی دہائی کی طرح امریکی اثر و رسوخ کی جھیل بنانا بھی ممکن ہو جائے گا۔

..............................(باقی صفحہ 15 پر)

آبنائے ہرمز

ایران کے لیے 'جوہری بم' سے بھی زیادہ مؤثر ہتھیار

تحریر: راؤ عدنان

امریکہ اور اسرائیل کے ایران پر حملوں کے دوران ہر جانب آبی گزرگاہ آبنائے ہرمز کی بازگشت رہی۔

40 روزہ لڑائی کے دوران ایران کے جوہری ہتھیاروں یا اس کی جوہری صلاحیت سے زیادہ اس کی جانب سے آبنائے ہرمز میں بحری جہازوں کو روکنے کا معاملہ زیرِ بحث رہا۔

جنگ کے آغاز پر یہ سمجھا جا رہا تھا کہ ایران کے اہم مقامات اور رہنماؤں کو نشانہ بنا کر اسے حکومت کی تبدیلی پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایران نے امریکہ کے خلیجی اتحادیوں پر میزائل اور ڈرون سے حملے کر کے جواب دیا۔

لیکن جیسے جیسے لڑائی میں تیزی آئی، ایران نے خلیج فارس کو عالمی منڈیوں سے ملانے والی تنگ آبی گزرگاہ کے ذریعے سمندری ٹریفک میں خلل ڈالنے کی طرف اپنی توجہ مرکوز کر لی۔

اس اقدام نے جلد ہی امریکہ اور اس کے اتحادیوں پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا، جو آبنائے ہرمز کے ذریعے تیل اور گیس کی ترسیل کے بلاتعطل بہاؤ پر انحصار کرتے ہیں۔

ایران کے پاسدارانِ انقلاب کے عہدے داروں نے تسلیم کیا ہے کہ آبنائے ہرمز کو کنٹرول کرنے سے روایتی لڑائی سے زیادہ سٹریٹجک فائدہ ہو سکتا ہے۔

عالمی توانائی کی رسد میں خلل ڈال کر ایران نے امریکہ کو جنگ سے متعلق اپنی حکمتِ عملی تبدیل کرنے پر مجبور کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ بندی کی شرائط میں امریکہ نے آبنائے ہرمز کو کھولنے اور اس کی سکیورٹی کو ترجیح دی۔

ایران ماضی میں بھی مختلف مواقع پر اس پر حملے کی صورت میں آبنائے ہرمز کو بند کرنے کی دھمکی دیتا رہا ہے۔

اس سے قبل ایران نے اسے کبھی مکمل طور پر بند نہیں کیا تھا۔ حتیٰ کے 1980-1988 کی ایران، عراق جنگ کے دوران جب آئل ٹینکرز پر حملہ کیا جاتا تو اس وقت بھی ایران نے اس اہم آبی گزرگاہ کو بند نہیں کیا تھا۔

اب کچھ ایرانی کمانڈر اور حکام آبنائے ہرمز پر کنٹرول کے مستقبل پر بات کر رہے ہیں۔ ایرانی پارلیمنٹ اور اس کے قومی سلامتی کمیشن نے وہاں سے گزرنے والے بحری جہازوں پر ٹول عائد کرنے کی تجویز کا مسودہ تیار کیا ہے۔

ایک رکن پارلیمان نے تجویز پیش کی ہے کہ ایران ہر تین بیرل تیل کی ترسیل کے لیے ایک ڈالر وصول کر سکتا ہے۔

ایران کے سرکاری میڈیا نے جنگ بندی کو فتح کے طور پر پیش کیا ہے۔ کویت میں ایران کے سفارتخانے کی جانب سے ایران کے سابق سپریم لیڈر کی ایک ویڈیو جاری کی گئی ہے جس کا عنوان ہے کہ 'جب اللہ کی نصرت آئے گی تو فتح ہو گی۔'

اس بیانیے کو ایران کے اندر تقویت مل رہی ہے کہ

ایران کو اس جنگ میں کامیابی حاصل ہوئی ہے کہ ملک نے کامیابی کے ساتھ غیر ملکی دباؤ کا مقابلہ کیا۔

پاسداران انقلاب سے وابستہ فارس نیوز ایجنسی کے مطابق ایران کے جنگ بندی منصوبے میں پابندیاں ہٹانا، جنگی نقصانات کا معاوضے کی صورت میں ازالہ اور امریکی فوجیوں کا انخلا شامل ہے۔'

اعلیٰ ایرانی عہدے داروں نے ان شرائط کی تائید کی ہے، ایران کے نائب صدر نے جنگ بندی کو 'خامنہ ای نظریئے' کی فتح قرار دیا، جس میں ایران کے سابق سپریم لیڈر علی خامنہ ای کا حوالہ دیا گیا ہے، جو جنگ کے ابتدائی دنوں میں مارے گئے تھے۔

اسی دوران پاسداران انقلاب کے سابق سربراہ اور ایران کے نئے رہنما کے مشیر محسن رضائی کا بیان سامنے آیا، جس میں اُنھوں نے کہا کہ ایرانی فوج ہائی الرٹ پر ہے اور 'ہماری انگلیاں ٹریگر' پر ہیں۔

کامیابی کے دعوؤں کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایران کی فوج کو کافی نقصان ہوا ہے اور اس کی معیشت، جو پہلے ہی امریکی پابندیوں کے دباؤ میں تھی، تیزی سے خراب ہوئی ہے۔

جنگ کے دوران کم از کم 13 افراد کو پھانسی دی گئی، جن میں سے کئی پر جاسوسی کا الزام تھا اور کچھ کو جنوری کے ملک گیر احتجاج کے دوران حراست میں لیا گیا تھا۔

یہ کارروائیاں اندرونی اختلاف کے بارے میں اسٹیبلشمنٹ کے اندر گہری تشویش کا اظہار کرتی ہیں، کیونکہ حکام دوبارہ ملک میں اپنا کنٹرول مزید سخت کرنا چاہتے ہیں۔

امن مذاکرات سے پہلے آبنائے ہرمز کو دوبارہ کھولنا ایک اہم امریکی مطالبہ تھا، لیکن ایسا لگتا ہے کہ اس پر ایران کو رضامند کرنا بہت مشکل تھا۔

ایران نے بدھ کو خبردار کیا کہ پاسداران انقلاب کی اجازت کے بغیر وہاں سے گزرنے والے بحری جہازوں کو 'نشانہ بنا کر تباہ کر دیا جائے گا۔'

وائٹ ہاؤس کی پریس سکریٹری کیرولین لیویٹ کے مطابق صدر ٹرمپ کو ان 'ناقابلِ قبول'

رپورٹس سے آگاہ کیا گیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ نجی سطح پر سامنے آنے والی رپورٹس اس سے مختلف ہیں۔

ایران کے نائب وزیر خارجہ سعید خطیب زادہ نے جمعرات کو بی بی سی کو بتایا کہ ایران آبنائے ہرمز کے ذریعے محفوظ گزرگاہ کے لیے تحفظ فراہم کرے گا۔ جو اُن کے بقول ایران کے ساتھ امریکی جنگ شروع ہونے سے پہلے ہزار سال تک کھلا تھا۔ ساتھ ہی اُنھوں نے لبنان پر اسرائیل کے حملوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ صرف اسی صورت میں آبنائے ہرمز کو مکمل طور پر کھولا جائے گا، جب امریکہ اپنی 'جارحیت' ختم کرے گا۔

خطیب زادہ نے کہا کہ ایران بین الاقوامی اُصولوں اور قوانین کی پابندی کرے گا۔ تاہم اُنھوں نے کہا کہ آبنائے ہرمز بین الاقوامی پانیوں میں نہیں ہے۔ یہ محفوظ راستہ 'ایران اور عمان کی خیر سگالی' پر منحصر ہے۔

آبنائے ہرمز بین الاقوامی سمندری قانون اور اقوام متحدہ کے کنونشن ان دی لا آف سی کے تحت چلتی ہے جو سمندری ٹریفک کے لیے محفوظ راستے کو یقینی بناتا ہے۔

خطرناک مثال

تو ایران مستقبل میں آبنائے ہرمز کو کنٹرول کرنے کے لے مزید کیا کر سکتا ہے؟ ایرانی پارلیمنٹ کی اس حوالے سے تجاویز کے نو نکات ہیں۔

سب سے اہم تجویز یہ ہے کہ 'دشمنوں کی کشتیاں نہیں گزرنے دیں گے،' اس کے ساتھ ایران اسے ایک سروس کے طور پر رکھے گا، یعنی کمپنیوں کو ایرانی کرنسی میں ادائیگی کرنا ہوگی، جس کے پاس ایرانی بینک اکاؤنٹ ہو اور بحری جہاز میں موجود سامان سے متعلق تفصیلات فراہم کرنا ہوں گی۔

یہ بہت ہی پیچیدہ تجاویز ہیں اور اس پر تا حال ایرانی پارلیمان میں رائے شماری نہیں ہوئی۔

اگر ایران آبنائے ہرمز سے گزرنے والے بحری جہازوں پر ٹول ٹیکس عائد کرتا ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ اور اس کے مغربی اور علاقائی اتحادی اسے تسلیم کریں گے یا نہیں۔

حالیہ ردِعمل ظاہر کرتا ہے کہ اس کی شدید مخالفت کی جا رہی ہے، کیونکہ آبی راستوں میں نقل و حمل کی آزادی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے لیے بہت اہم ہے اور کسی بھی قسم کا ٹول ٹیکس ایک خطرناک مثال قائم کرے گا۔

اگر ایران کامیاب ہوتا ہے، تو یہ اس کی بہت بڑی سٹریٹجک اور علامتی فتح ہوگی۔ لیکن اس کا منفی نتیجہ بھی نکل سکتا ہے، کیونکہ اس سے امریکہ اور اس کے اتحادی ایران کی مخالفت میں متحد ہو جائیں گے۔ یہ ایران کے لیے مزید سفارتی تنہائی، معاشی مشکلات اور کسی مزید فوجی کارروائی کا سبب بن سکتا ہے۔

’کوئی ماں جگر کا ٹکڑا دفن نہ کرے‘:

جنگ نے غزہ کی خواتین کی زندگی کیسے بدلی؟

غزہ کی خواتین گذشتہ دو سال میں ہونے والی تباہی، خاندانی نقصانات اور روزگار کے حالات کے بارے میں کیا کہتی ہیں؟

اکتوبر 2023 میں جنگ شروع ہونے کے بعد غزہ کی خواتین کی زندگی پہلے ہی ڈرامائی طور پر تبدیل ہو چکی تھی۔ فروری میں ان کی زندگی مزید متاثر ہوئی جب امریکہ اور اسرائیل نے مل کر فروری میں ایران پر حملہ کر دیا۔

یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ گذشتہ ڈھائی سال کی جنگ نے غزہ کے سماجی تانے بانے کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ اب 57000 سے زیادہ گھرانوں کی سربراہ خواتین ہیں، جن میں سے کئی اپنے شوہروں کو کھونے کے بعد سخت غربت اور خطرے کے ماحول میں اچانک اپنے خاندانوں کی واحد کفیل بن چکی ہیں۔ صحت کی سہولتوں تک رسائی ختم ہو چکی ہے، جس سے لاکھوں خواتین اور لڑکیوں کے لیے طبی سہولیات محدود ہو گئی ہیں، جن میں ہزاروں حاملہ خواتین شامل ہیں جو خطرناک حالات میں بچے کی پیدائش کا سامنا کر رہی ہیں۔

یو این ویمن کے مطابق، 28000 سے زیادہ خواتین اور لڑکیاں ماری جا چکی ہیں جن میں سے کئی مائیں تھیں، جو اپنے پیچھے تباہ حال خاندان اور ماں سے محروم بچے چھوڑ گئیں۔ اس دوران، تقریباً ایک کروڑ خواتین اور لڑکیاں بے گھر ہو چکی ہیں، جو حفاظت کی تلاش میں اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہیں۔

جب اسرائیل اور امریکہ نے ایران پر حملے کیے، تو اسرائیل نے غزہ جانے والے تمام راستے بند کر دیے۔ اگرچہ کچھ راستے جزوی طور پر کھل گئے ہیں، لیکن امداد محدود اور ناکافی ہے اور خوراک کی قلت اور زیادہ قیمتوں کا سلسلہ جاری ہے، جس نے غزہ کو شدید انسانی بحران کی حالت میں رکھا ہوا ہے۔ یہ خواتین ان چیلنجوں اور تکالیف کے بارے میں بتاتی ہیں جن کا انہیں اس کے نتیجے میں سامنا کرنا پڑا ہے۔

نئی نویلی دلہنوں کی زندگی

ہالا کی عمر 20 سال تھی جب اس کی ستمبر 2025 میں اپنی زندگی کی محبت، مہند سے منگنی ہوئی۔ اس جوڑے نے مہینوں تک مل کر اپنے مستقبل کا گھر تیار کیا۔

ہالا کہتی ہیں کہ ’ہم نے ہر چیز مل کر پسند کی، اور چھوٹی چھوٹی چیزوں پر توجہ دی۔ صوفہ، قالین، پردے، یہاں تک کہ سجاوٹ کی سب سے چھوٹی چیزیں بھی۔ جنگ کے دوران ہم جن حالات سے گزر رہے تھے، اس کے بعد ہم ایک پرسکون گھر بنانا چاہتے تھے۔‘

ان کی شادی 26 دسمبر 2025 کو ہوئی، اس امید کے ساتھ کہ جنگ بندی انہیں ایک پرامن زندگی شروع کرنے کا موقع دے گی۔ لیکن صرف دو ہفتے بعد، انہیں ایک کال موصول ہوئی، جس میں انہیں فوراً گھر خالی کرنے کا انتباہ دیا گیا۔

ہالا یاد کرتی ہیں، ’ہم کچھ سوچے سمجھے بغیر گھر سے باہر بھاگے۔ ہمارا تمام نیا سامان ابھی اندر ہی تھا۔‘

ان کا خیال تھا کہ وہ دوبارہ اپنے گھر لوٹ آئیں گے، لیکن جب وہ واپس آئے تو وہاں کچھ نہیں بچا تھا۔ ان کا گھر چار میزائل لگنے کے بعد مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا۔

ان کا کہنا ہے کہ ’جب میں نے ملبہ دیکھا تو مجھے یقین نہیں آیا۔ وہ گھر جو ہم نے اتنی محبت سے بنایا تھا، منٹوں میں غائب ہو گیا۔ میں نے سوچا تھا کہ جنگ بندی کے بعد شادی کرنے سے مجھے اپنے شوہر کے ساتھ ایک نئی اور محفوظ زندگی ملے گی لیکن میں غلط تھی۔ یہاں کچھ بھی محفوظ محسوس نہیں ہوتا۔‘

جنگ کے دوران حمل

25 سالہ ہنا کی شادی جنگ کے دوران ہوئی اور وہ 2024 میں اپنے پہلے بچے کی ماں بننے والی تھیں، جو غزہ کے مشکل ترین ادوار میں سے ایک تھا۔ اس وقت زیادہ تر آبادی کو خوراک کی شدید قلت کا سامنا تھا، اور حاملہ خواتین کے لیے مناسب خوراک کا حصول انتہائی مشکل تھا۔

ہنا کہتی ہیں کہ ’کھانا ڈھونڈنا سب سے بڑی جدوجہد میں سے ایک تھا اور بعض اوقات میں بھوکی ہی سو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ وٹامنز بھی دستیاب نہیں تھے، اور مجھ جیسی بہت سی خواتین خون کی کمی کا شکار ہوئیں کیوں کہ ہمیں وہ غذائیت نہیں مل سکی جس کی ہمیں ضرورت تھی۔‘

بچے کے لیے تیاری کرنا مشکل تھا۔ وہ کہتی ہیں: ’میں بچے کے کپڑے تلاش کرنے بازار گئی، لیکن وہاں تقریباً کچھ نہیں تھا۔ جو چند چیزیں موجود تھیں وہ اتنی مہنگی تھیں کہ میں انہیں خرید نہیں سکتی تھی۔‘

جب انہیں صبح ہونے سے پہلے دردِ زہ شروع ہوا تو ایک اور چیلنج سامنے آ گیا۔ ہنا یاد کرتی ہیں کہ ’وہاں ٹرانسپورٹ کی کوئی سہولت نہیں تھی، اور سکیورٹی کی صورت حال بہت خطرناک تھی۔ ہمیں ایمبولینس بلانی پڑی، لیکن ایمبولینسیں بم دھماکوں میں مصروف تھیں۔‘

جب وہ کسی طرح ہسپتال پہنچنے میں کامیاب ہوئیں، تو حالات انتہائی خراب تھے۔ وہ کہتی ہیں: ’وارڈز زخمیوں سے بھرے ہوئے تھے اور انہوں نے بچے کی پیدائش کے چند گھنٹے بعد ہی مجھے وہاں سے جانے کا کہہ دیا کیوں کہ وہاں کوئی بستر خالی نہیں تھا۔‘

خاندان کی تنہا کفالت

33 سالہ دالیہ کے چار چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی بیٹی دانا 12 سال کی ہے۔ اس کا سب سے چھوٹا بیٹا ادھم ایک سال کا ہے۔ ان کی زندگیاں راتوں رات اس وقت بدل گئیں جب اسرائیلی فوج کی جانب سے مغربی رفح کے علاقے تل السلطان پر حملے کے بعد اس خاندان کو بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس حملے نے علاقے کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا اور دالیہ کے شوہر محمد سمیت درجنوں فلسطینی مردوں کو بغیر کسی الزام کے گرفتار کر لیا گیا۔

دالیہ یاد کرتی ہیں کہ ’سب کچھ بہت جلدی ہوا۔ ہمیں کچھ بھی لیے بغیر اپنا گھر چھوڑنا پڑا۔ میرے بچے رو رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ کیا ہو رہا ہے، اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ انہیں کیا بتاؤں۔‘

اس لمحے سے، دالیہ نے خود کو اکیلے ہی خاندان کا بوجھ اٹھاتے ہوئے پایا۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی رہی، اور آخرکار ایک چھوٹے سے خیمے میں بس گئی جہاں انہوں نے مہینوں تک بے گھری اور شدید غربت میں زندگی گزاری جب اس کا سب سے چھوٹا بیٹا ابھی صرف چند ماہ کا تھا۔

خیمے کی زندگی مشکل تھی، اور دالیہ شاذ و نادر ہی اسے چھوڑتی تھیں۔ انہوں نے اپنی تمام تر توجہ اپنے چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال اور انہیں اپنے اردگرد کی تلخ حقیقتوں سے بچانے پر مرکوز رکھی۔

وہ کہتی ہیں: ’اچانک، میں ہر چیز کی ذمہ دار بن گئی۔ مجھے ایک ہی وقت میں عورت اور مرد کا کردار ادا کرنا پڑا۔ ہمارے رہنے کے حالات اتنے خوفناک تھے کہ بعض دنوں میں ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ میرے بچے بار بار پوچھتے تھے کہ ان کے والد کب واپس آئیں گے۔ میں نے مضبوط رہنے کی کوشش کی، لیکن میں اندر سے بہت خوفزدہ تھی۔‘

جنگ بندی کے بعد، مہینوں کے انتظار کے بعد، محمد کو رہا کر دیا گیا۔ دالیہ اور اس کے بچوں کے لیے یہ خوف کے ایک طویل سال کا اختتام تھا۔ ہر کوئی اتنا خوش قسمت نہیں رہا۔

وہ کہتی ہیں کہ 'جب بالآخر جنگ بندی کے بعد اسے رہا کیا گیا، تو ایسا لگا جیسے زندگی ہمارے پاس دوبارہ لوٹ رہی ہے۔ میرے بچے بھاگ کر اس کے گلے لگ گئے، اور مہینوں میں پہلی بار، مجھے لگا کہ ہم دوبارہ سانس لے سکتے ہیں۔'

دالیہ ایران اور اسرائیل کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی کے حوالے سے اپنے خوف کی وضاحت کرتی ہے۔

دالیہ کے بقول: 'جب بھی میں خبروں میں اس کے بارے میں سنتی ہوں تو میرا دل بیٹھ جاتا ہے۔ یہ مجھے اس خوفناک ماضی کی طرف لے جاتا ہے جس میں، میں نے زندگی گزاری تھی۔ مجھے ڈر ہے کہ میرے بچوں کو دوبارہ اسی خوف سے گزرنا پڑے گا جس کے بارے میں ہم نے سوچا تھا کہ ہم اس سے بچ نکلے ہیں۔'

شوہر کو کھونا

28 سالہ حنین کی شادی 35 سالہ محمد سے ہوئے کئی سال گزر چکے تھے جب اسے 2025 میں پتا چلا کہ وہ حاملہ ہے۔

حنین کا کہنا ہے کہ 'ہم پانچ سال سے بچے کے لیے کوشش کر رہے تھے اور ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ جب میں نے محمد کو بتایا کہ میں حاملہ ہوں، تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ اس دن کے بارے میں مسلسل بات کرتا رہا جب ہمارا بچہ اسے بابا کہہ کر بلائے گا۔'

لڑائی کے عارضی خاتمے کے ساتھ ہی، حنین اور محمد نے اپنے بچے کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔ وہ یاد کرتی ہیں کہ 'محمد اس وقت بہت خوش تھا جب ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارا بچہ ایک لڑکا ہے۔ اس نے بچے کا نام حسن رکھا اور اس کے لیے کپڑے بھی خریدے۔'

انہوں نے گھر کو سجایا، بچے کا سامان خریدا، اور ایک ایسے مستقبل کا تصور کیا جو خاندان، محبت، اور سکیورٹی سے بھرا ہو۔

پھر ایک دن قیامت ٹوٹ پڑی جب محمد کام پر جا رہا تھے اور قریبی علاقے میں ایک حملہ ہوا۔ حالیہ جنگ بندی اور اس سے پیدا ہونے والے تحفظ کے احساس کے باوجود، یہ ہونے والا باپ موقع پر ہی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ حنین اکیلی رہ گئی تھیں، اور ان کے پیٹ میں بچہ تھا۔ بچے کی توقع کی خوشی غم میں بدل گئی کیوں کہ اسے اپنے بچے کے باپ کے بغیر ماں بننے کا سامنا تھا۔

حنین کے بقول: 'اب میں اپنے بچے کے باپ کے بغیر اس کے پیدا ہونے کا انتظار کر رہی ہوں۔ میرا بیٹا دنیا میں آنے سے پہلے ہی یتیم ہو گیا تھا۔

ایک ماں کا نقصان

50 سالہ رغدہ چار بیٹوں اور چار بیٹیوں کی ماں ہے۔ 2024 میں، اس کے گھر پر بغیر کسی پیشگی اطلاع کے بمباری کی گئی۔

رغدہ نے کہا کہ 'ایک ہی لمحے میں، میں نے اپنے دو بیٹوں کو کھو دیا۔ ہم سب گھر میں جمع تھے، اپنی بیٹیوں کی شادی کی منصوبہ بندی کر رہے تھے، جن کی نئی نئی منگنی ہوئی تھی، کہ اچانک ایک میزائل گھر سے ٹکرا گیا۔'

رغدہ بچ گئیں، لیکن اس کے بیٹے ابراہیم اور احمد زندہ نہ بچ سکے۔ اس حملے میں اس کی دو بیٹیوں کے منگیتر بھی مارے گئے۔

وہ کہتی ہیں، 'میں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی دیکھنے، اور اپنے پوتوں اور نواسوں کو گود میں لینے کے خواب دیکھا کرتی تھی۔ وہ تمام خواب ان کے ساتھ ہی ختم ہو گئے۔ کسی بھی ماں کو کبھی اپنے دل کے ٹکڑے کو اس طرح دفن نہ کرنا پڑے۔'

بزرگ ماں

67 سالہ اکتمال ایک بیوہ ہے جو ذیابیطس، ہائی بلڈ پریشر اور دمہ کی بیماریوں سے لڑ رہی ہے اور اس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مشکلات میں گزارا ہے۔ سات بیٹیوں کی ماں، جو سب شادی شدہ اور اپنے بچوں والی ہیں، اکتمال کو کبھی اپنے گھر میں خوشی اور طاقت ملتی تھی، جہاں وہ اپنے خاندان کو جمع کرتی، یادیں شیئر کرتی، اور اپنے نواسے نواسیوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ جب اسرائیلی قبضے نے رفح کا کنٹرول سنبھال لیا، تو اکتمال کو اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اب وہ المواسی کے قصبے میں ایک چھوٹے سے خیمے میں رہتی ہے۔

اکتمال کہتی ہیں کہ 'میرے گھر میں میری تمام یادیں محفوظ تھیں۔ میں نے وہاں اپنی سات بیٹیوں کی پرورش کی۔ میں نے اس گھر میں انہیں بڑے ہوتے، سیکھتے، اور ان کی شادیاں ہوتے دیکھا۔'

اب ان کی بیٹیاں الگ خیموں میں رہتی ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ 'میں اب انہیں شاذ و نادر ہی دیکھ پاتی ہوں کیوں کہ ہر ایک کو ہر روز اپنی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات میں اکیلی بیٹھتی ہوں اور ان دنوں کو یاد کرتی ہوں جب ہمارا گھر میری بیٹیوں اور نواسے نواسیوں کی آوازوں سے گونجتا تھا۔

'میں ان سب کو ایک ساتھ دوپہر کے کھانے پر بلاتی تھی تاکہ ان کی ہنسی کی آواز سے لطف اندوز ہو سکوں۔ میں اس گھر میں 30 سال سے زیادہ عرصے تک رہی؛ اس نے میری جوانی سے لے کر اب تک کے تمام لمحات اور یادوں کو دیکھا تھا۔ اسے ملبے کے ڈھیر میں دیکھ کر میرے دل میں درد ہوتا ہے۔'

ان کی روزمرہ زندگی اب ایک جدوجہد ہے۔ اس کی صحت کی حالت معمولی کاموں کو بھی تھکا دینے والا بنا دیتی ہے، اور مناسب دیکھ بھال اور مدد کی کمی اس کی تکلیف میں اضافہ کرتی ہے۔ وہ اس گھر کے لیے ترستی ہیں جس نے کبھی ان کے خاندان کو جوڑے رکھا تھا اور وہ نہ صرف اپنی کھوئی ہوئی یادوں کا غم مناتی ہیں بلکہ ان پرسکون محفلوں کا بھی سوگ مناتی ہے جو کبھی اس کے خاندانی گھر میں ہوا کرتی تھیں۔

تعلیم اور خود مختاری کو تھامے رکھنا

30 سالہ ختام دو چھوٹے بچوں، نو سالہ احمد اور سات سالہ یوسف، کی طلاق یافتہ ماں ہیں۔ وہ ایک چھوٹے سے خیمے میں اپنے بچوں کے ساتھ اکیلی رہتی ہیں۔

اپنے اردگرد موجود خطرات کے باوجود، وہ روزانہ مختلف تنظیموں کے ساتھ ایک نفسیاتی مشیر کے طور پر کام کرنے کے لیے باہر نکلتی ہے، تاکہ جنگ سے متاثرہ افراد کی مدد کر سکے اور ساتھ ہی اپنے خاندان کی کفالت کر سکے۔

ختام کہتی ہیں کہ 'میں نے اپنے بچوں کو جنگ سے شکست خوردہ محسوس کرنے دینے سے انکار کر دیا۔ میں چاہتی ہوں کہ ان کا ایک مستقبل ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ دیکھیں کہ مشکل ترین حالات میں بھی ہمیں آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔ میں اپنے بچوں کی کفالت کرنے اور انہیں دوبارہ خوش کرنے کے لیے دن رات محنت کرنے کو تیار ہوں۔'

ختام نے اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لیے بیرون ملک سکالرشپس کے لیے درخواست دی اور اسے آن لائن ماسٹرز ڈگری کرنے کے لیے مکمل سکالرشپ سے نوازا گیا۔ وہ اب کام، مطالعہ اور اکیلے اپنے بچوں کی پرورش کے درمیان توازن برقرار رکھتی ہے، جو غزہ کی خواتین کی لچک اور ہمت کی زندہ مثال ہے۔

وہ کہتی ہیں کہ 'یہ سکالرشپ میرے لیے امید کی کرن ہے۔ یہ مجھے یاد دلاتی ہے کہ جنگ کی وجہ سے ہماری زندگیاں ختم نہیں ہوتیں۔ میں اب بھی سیکھ سکتی ہوں، کام کر سکتی ہوں اور ایک متاثر کن ماں بن سکتی ہوں؛ وہ جو کچھ بھی کریں، میں کوشش کرنا کبھی نہیں چھوڑوں گی۔'

اس کے ساتھ ہی، ختام ایران اور اسرائیل کے درمیان حالیہ صورت حال سے اپنے بڑھتے ہوئے خوف کی وضاحت کرتی ہے۔

ختام کے مطابق: 'ایک ماں کی حیثیت سے، مجھے اس بات کی فکر ہے کہ آگے کیا ہو سکتا ہے۔ جب میں ایران اور اسرائیل کے درمیان کشیدگی کے بارے میں سنتی ہوں، تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ غزہ کی صورت حال اس سے بھی زیادہ خراب ہو سکتی ہے۔

'میں اپنے بچوں کے لیے پچھلے دو سالوں میں گزری ہوئی چیزوں کا ازالہ کرنے کی پوری کوشش کر رہی ہوں، لیکن اگر یہاں صورتحال مزید بگڑتی ہے، تو مجھے نہیں معلوم کہ میں دوبارہ زندہ رہنے کے لیے کیا کروں گی۔'

ایران نے آبنائے ہرمز کھولنے سے انکار کی صورت میں تہران کے توانائی نظام کو 'مٹا دینے' کی اپنی دھمکی مؤخر کر کے ڈونلڈ ٹرمپ نے امریکی طاقت کی حدود کو نمایاں کر دیا ہے۔ یہ حدود امریکہ کے دشمن سمجھتے ہیں، مگر اس کے صدر نہیں۔

ٹرمپ کا دعویٰ ہے کہ ایران کی توانائی کا نظام تباہ کرنے کے منصوبے ہو چکے ہیں، تیل اور قدرتی گیس کی قیمتوں میں شدید اضافے کا باعث بنے ہیں اور عالمی کساد بازاری کا خطرہ پیدا کر رہے ہیں۔

نومبر میں ہونے والے وسط مدتی انتخابات کے پیش نظر ٹرمپ امریکی پٹرول پمپس پر قیمتوں کے آسمان کو چھونے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

توانائی پر دھمکیوں کا یہ سلسلہ اسرائیل نے شروع کیا تھا، جس نے میں افواج کو الجھتے اور خون بہاتے دیکھا، اور یہ سبق سیکھا کہ ایک عالمی سپر پاور کو طویل مدت میں شکست دی جا سکتی ہے۔

ان کے مشاہدات میں ایک سبق یہ بھی تھا کہ اس وقت کے امریکی صدر باراک اوباما نے دمشق کے حکمران بشار الاسد کو خبردار کیا تھا کہ اگر اس کی افواج کیمیائی ہتھیار استعمال کریں تو امریکہ طاقت استعمال کرے گا۔

ایران نے آخرکار ٹرمپ کی طاقت کی حد بے نقاب کر دی

یہ باغیانہ حکمت عملی ہے جسے امریکہ اور اسرائیل جنھوں نے عسکریت پسند بغاوتوں کے خلاف برسوں تک جنگیں لڑی ہیں نظر انداز کر بیٹھے

پر پانچ دن کا 'وقفہ' تہران کے ساتھ 'بہت اچھی اور نتیجہ خیز بات چیت' کے بعد آیا، حالانکہ ایران کا کہنا ہے کہ ایسی کوئی بات چیت ہوئی ہی نہیں۔

لیکن امریکی صدر کو تہران کے محتاط ردعمل کا حساب ضرور کرنا پڑا۔

ایران نے اپنے پہلے جواب میں کہا: ایسا کرو، اور ہم خلیج میں ان تمام نمکین پانی کو میٹھا بنانے والے پلانٹس کو اڑا دیں گے جو تمہارے خلیجی اتحادیوں کو صحرا میں زندہ رکھتے ہیں۔ ہم آبنائے ہرمز بند کر دیں گے جب تک تم وہ سب کچھ ٹھیک نہیں کرتے جسے تم نے بمباری سے تباہ کیا ہے، اور ہم اسرائیل کے خلاف حملے مزید سخت کر دیں گے۔

بعد میں تہران نے ان دھمکیوں کو کسی حد تک واپس لیتے ہوئے غیر معمولی طور پر اخلاقی برتری برقرار رکھنے کی کوشش کی، کیونکہ اقوام متحدہ نے مشاہدہ کیا کہ پانی کے نظام کو تباہ کرنا جنگی جرم ہو سکتا ہے۔

ایران نے کہا کہ وہ خلیجی ممالک کے بجلی گھروں کو نشانہ بنانے پر توجہ دے گا، جو اتفاقاً سمندر کے پانی کو میٹھا بنانے کے لیے بھی توانائی فراہم کرتے ہیں۔

ایرانی حکومت نے سرکاری میڈیا پر کہا: 'جھوٹ بولنے والے امریکی صدر نے دعویٰ کیا ہے کہ پاسداران انقلاب خطے کے ممالک میں پانی کو میٹھا بنانے والے پلانٹس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مشکلات میں ڈالنا چاہتے ہیں۔

'ہم کسی بھی دھمکی کا جواب اسی سطح پر دینے کے لیے پرعزم ہیں جس سطح پر وہ پیدا کی جاتی ہے تاکہ ڈیٹرنس قائم رہے۔ اگر تم بجلی پر حملہ کرو گے تو ہم بھی بجلی پر حملہ کریں گے۔'

یہ 'وقفہ' خلیجی ممالک کو اپنی تیزی سے کم ہوتی فضائی دفاعی صلاحیتیں بحال کرنے کا موقع دیتا ہے۔ یہ ایران کے اب انتہائی غیر مرکزی فوجی نظام کو ممکنہ شدید حملوں سے وقتی مہلت فراہم کرتا ہے۔ اور یہ ٹرمپ کو، اگر وہ غور و فکر کرنے کے قابل ہیں، اس دلدل سے نکلنے پر سوچنے کا موقع دیتا ہے جس کی تیاری تہران نے پہلے ہی کر رکھی ہے۔

ایران پر اسرائیل اور امریکہ کے حملے، جواب چوتھے ہفتے میں داخل یوکرین میں روسی حکمت عملی کی نقل کرتے ہوئے ایران کے ساؤتھ پارس گیس فیلڈ پر بمباری کی۔ قطر اپنی دولت انہی زیر زمین ذخائر سے حاصل کرتا ہے، اور جب مائع قدرتی گیس کی قیمتیں مزید بڑھنے لگیں تو ٹرمپ نے اسرائیل سے مطالبہ کیا کہ وہ ایران کے خلاف ایسے حملے بند کرے۔

یہ حملے بھی غالباً جنگی جرائم کے زمرے میں آ سکتے ہیں۔

مگر یہ بحث بے معنی ہے۔ امریکہ اور اسرائیل کا خیال تھا کہ وہ ایران پر بمباری کر کے حکومت کی تبدیلی لا سکتے ہیں۔ انہوں نے حالیہ تاریخ کا سبق بھلا دیا کہ ایک سپر پاور کی دھمکی اکثر اس طاقت کے عملی استعمال سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے معاملے میں امریکی قیادت میں فوجی کارروائیوں کی حدود 2003 میں عراق پر امریکی حملے کے دوران تلخی سے سامنے آ چکی ہیں۔

امریکی قیادت میں قابض افواج کے نااہل رہنماؤں نے ایسی صورت حال پیدا کی جس سے خونریز بغاوت نے جنم لیا اور بالآخر نام نہاد دولت اسلامیہ کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔

اسی دوران ایران کی پاسداران انقلاب اور اس کے اتحادیوں عراق، دمشق (اسد حکومت) اور لبنان (حزب اللہ) کو دو دہائیوں تک پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

پاسداران انقلاب نے عراق میں لڑائی لڑی اور افغانستان میں امریکی قیادت

اسد نے عالمی سطح پر ممنوع ہتھیار استعمال کیے اور امریکہ نے کچھ نہیں کیا۔

ممکن ہے کہ اس وقت اسد کو اقتدار میں رہنے دینا اور جمہوری و انقلابی قوتوں کو ترک کرنا عملی طور پر مناسب سمجھا گیا ہو، کیونکہ القاعدہ اور داعش کے لیے مزید جگہ بننے کا خطرہ تھا۔

ممکن ہے کارروائی نہ کرنا درست فیصلہ رہا ہو مگر اسد اور تہران میں اس کے سرپرست یہ نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے جوا کھیلا اور جیت گئے، جبکہ امریکہ میں نہ ہمت تھی نہ قوت کہ ان کے خلاف اقدام کرتا۔

ہفتے کے آخر میں ٹرمپ کی اس دھمکی کے جواب میں کہ وہ ایران کے تیل کے میدانوں کو 'مٹا دیں گے'، تہران نے کہا: 'ایران کے ساحلوں یا جزیروں پر حملے کی کوئی بھی کوشش خلیج میں تمام رسائی کے راستوں کو مختلف اقسام کی سمندری بارودی سرنگوں سے بھر دے گی، جن میں تیرتی ہوئی سرنگیں بھی شامل ہوں گی جو ساحل سے چھوڑ دی جائیں گی۔

اس صورت میں پوری خلیج ایک طویل عرصے تک عملاً آبنائے ہرمز جیسی صورت حال میں رہے گی۔'

یہ باغیانہ حکمت عملی ہے جسے امریکہ اور اسرائیل جنھوں نے عسکریت پسند بغاوتوں کے خلاف برسوں تک جنگیں لڑی ہیں نظر انداز کر بیٹھے۔

یہ ممکن ہے کہ یہ محض ایک دھمکی ہو۔ شاید ایران کے پاس اب عالمی معیشت کو اس طرح مفلوج کرنے کی صلاحیت نہ رہی ہو۔

تہران کی یہ دھمکی دراصل ایک چیلنج بھی تھی۔ کیا امریکہ واقعی اس

بات پر جوا کھیلے گا کہ ایران دنیا کے 20 فیصد تیل اور یورپ کی زیادہ تر گیس کی گزرگاہ بند کرسکتا ہے؟ اور کیا پاسداران انقلاب واقعی خلیج کے ان پلانٹس کو بند کرسکتے ہیں جو خطے کے کم ازکم 80 فیصد پانی فراہم کرتے ہیں؟

ٹرمپ کے مواصلاتی انداز میں بھی بغاوت جیسا طریقہ موجود ہے۔ یہ ان کے دوستوں کو غیر متوازن رکھتا ہے اور دشمنوں کو فائدہ دیتا ہے۔

ایک طرف وہ اشارہ دیتے ہیں کہ امریکہ ایران کے خلاف جنگ ختم کر رہا ہے، اور دوسری طرف کشیدگی بڑھانے کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ وہ اتحادیوں سے آبنائے ہرمز کھولنے میں مدد مانگتے ہیں اور پھر انہیں، بشمول برطانیہ کے، بزدل قرار دے کر کہتے ہیں کہ اب ان کی ضرورت نہیں۔

خلیجی ممالک نے یہ رویہ دیکھا ہے اور امریکہ کے فوجی اڈے میزبانی کرنے کی وجہ سے ایران کے ساتھ جنگ میں گھسیٹے گئے ہیں۔ ان کے چمکتے شہر صرف اس لیے قابل رہائش ہیں کہ انہیں تیل اور گیس سے توانائی ملتی ہے، اور ان کی پیاس صرف سمندری پانی سے نمک نکال کر بجھائی جاتی ہے۔

ایران کی آیت اللہ کی مسلسل قیادتوں کے تحت خارجہ پالیسی بارہ امامی شیعہ عقیدے کی بنیاد پر چلتی ہے۔ ان کا یقین ہے کہ ایران کو ایک قدامت پسند مذہبی ریاست رہنا چاہیے تاکہ مہدی کے ظہور کے حالات پیدا ہوں۔

اسی سوچ نے امریکہ اور اسرائیل کے خلاف شدید دشمنی کو جنم دیا۔ ایران نے خود کو 'محورِ مزاحمت' کے مرکز میں رکھا، جس میں حوثی، حزب اللہ، حماس، اسد حکومت اور عراق کی ملیشیائیں شامل تھیں۔

اب تہران صرف اس محور کا مرکز نہیں رہا بلکہ خود 'مزاحمت' کا نقطۂ ارتکاز بن گیا ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ پیچھے ہٹنے والا امریکہ کا صدر ہے، (غالباً خلیجی اتحادیوں کے دباؤ کے نتیجے میں)۔

ایران بظاہر آبنائے ہرمز سے کچھ انڈین اور پاکستانی تیل بردار جہازوں کو گزرنے کی اجازت دے چکا ہے۔

اگرچہ تہران فضائی حملوں سے ہل چکا ہے جن میں رہبر اعلیٰ علی خامنہ ای مارے جا چکے ہیں اور ان کے بیٹے اور ممکنہ جانشین مجتبیٰ زخمی ہو سکتے ہیں، مگر ایران ٹرمپ کو عالمی سطح پر تنہا کرنے کے مواقع سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔

ایران کی حکومت گرنے کے کوئی آثار نہیں یا اس کی طویل عرصے سے دبی اور سخت اقدامات کے ذریعے قابو میں رکھی گئی آبادی اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہو۔

ایران اس جنگ کی قیمت وصول کرنے کی کوشش کر رہا ہے جسے دنیا پر ٹرمپ اور نیتن یاہو نے مسلط کیا ایک ایسی قیمت جسے ان کے دوست بھی ادا نہیں کرنا چاہتے۔

اسی طرح ایک سپر پاور کو شکست دی جاتی ہے۔

بقیہ : ٹرمپ کو چھت سے اُتارنے کے بدلے پاکستان کو کیا انعام ملے گا؟

یہ درست ہے کہ ایران میں اسرائیلی انٹیلی جنس نیٹ ورک مضبوط ہے اور یہ تانا بانا امریکی سی آئی اے کے لیے بھی آنکھ، کان اور ناک کا کام کرتا ہے۔ مگر شاید یہ اندازہ اسرائیل کو بھی نہیں تھا کہ ایران کی صفِ اول کی سیاسی و عسکری قیادت کے خاتمے کے باوجود ایران ایک خارپشت (سیہہ، پرکو پائن) کی طرح خود کو ایسا گول مول کر لے گا کہ اسے نگلنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

یہ اندازہ امریکی قیادت کو غالباً جنگ کے دوسرے ہفتے میں ہی ہو گیا تھا۔ مگر دانش مندی کے ساتھ پسپائی کے بارے میں سوچنے کے بجائے اگلے چار ہفتے میں امریکی اڈوں اور خلیجی اتحادیوں پر لگنے والے پے در پے زخموں کا نتیجہ یہ نکلا کہ عالمی معیشت کا دم گھٹنے لگا۔

چنانچہ رجیم چینج کی خواہش آبنائے ہرمز کھلوانے تک رہ گئی۔ حالانکہ اسے بند کروانے کے بنیادی ذمہ دار بھی اسرائیلی و امریکی تھے۔

اس جنگ سے یہ بات بھی کھل گئی کہ واحد عسکری سپر پاور کی پاور بھی لامحدود نہیں۔ جن ریاستوں نے اس چھتری کو اپنے لیے کافی جانا انھیں بھی اچھے سے معلوم ہو گیا کہ ایک ہی ٹوکری میں سب انڈے رکھنا کس قدر مہنگا پڑ سکتا ہے۔

یوکرین کی جنگ کے سبب روس کا حقہ پانی فروری 2022 سے بند تھا۔ ان چالیس دنوں میں نہ صرف روس کی اقتصادی گلوخلاصی خاصی حد تک ہو گئی بلکہ جنگ کا سب سے زیادہ معاشی فائدہ بھی اسے ہی پہنچا۔

جاپان، جنوبی کوریا اور آسٹریلیا میں بھی بحث شروع ہو گئی ہے کہ سکیورٹی کی ضمانت باہر سے نہیں اندر سے ہی مل سکتی ہے۔

دو روز پہلے تک ٹرمپ صاحب بحران کی چھت پر اکیلے ٹہل رہے تھے اور مکے چلاتے ہوئے تہذیبیں تباہ کر رہے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر کیا ماسکو کیا بیجنگ کیا برسلز کیا امریکی کانگریس۔ سبھوں نے منہ میں انگلیاں داب لیں۔

میں اس دیوار پر چڑھ تو گیا تھا
اتارے کون اب دیوار پر سے (جون ایلیا)

چنانچہ انھیں جب پاکستان کی جانب سے دو ہفتے کی جنگ بندی سیڑھی ارجنٹ فراہم کی گئی تو اسے فوراً استعمال کر لیا گیا۔ ایران کی کامیابی یہی ہے کہ وہ مسلسل مار سہنے کے باوجود کھڑا ہے۔

اب جو بات چیت ہو گی وہ گذشتہ ادوار کی یکطرفہ ڈکٹیشن کے بجائے کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر ہی ہو گی۔ اسرائیل کا کیا ہو گا، یہ امریکہ جانے یا اسرائیل۔ نیٹو کی خدا مغفرت کرے۔ پاکستان جو گذشتہ ستمبر میں سعودی عرب کے تحفظ کا معاہدہ کر بیٹھا ہے اس کی جان میں بھی جان آئی۔

اس ہانپا ہاپی اور بھاگا دوڑی کے بدلے شاباشی کے علاوہ بھی اہلِ اسلام آباد و پنڈی کو کچھ ملے گا؟ دیکھتے ہیں۔

اب خدشہ یہ ہے کہ ٹرمپ اپنا ماگا چمتکاری تاثر بحال کرنے کے چکر میں کہیں کیوبا کو نہ پیٹ ڈالیں۔ نومبر کے کانگریسی الیکشن میں ووٹروں کو دکھانے بتانے کے لیے کچھ تو ہو۔

پاکستان کا ڈنکا پوری دنیا میں بجنے لگا

مارشا امر (ڈپٹی ایڈیٹر)

زمانہ گواہ ہے کہ جب بھی خطہ عالم کسی ہولناک کشمکش کے دہانے پر آن کھڑا ہوتا ہے، تب قدرت کسی نہ کسی وسیلے کو امن کا پیامبر بنا کر بھیج دیتی ہے_ ایسی سعادت پھر سے ارضِ پاکستان کے حصے میں آئی_ وہ پاکستان جو امن کا اصل معمار ہے_ پاکستان بصیرت، حکمت اور تدبر کا مینار بن کر دنیا کے سامنے جلوہ گر ہوا_

ایران اور امریکہ جیسے با اثر ممالک کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی نے عالمِ انسانیت کو اضطراب میں مبتلا کر رکھا تھا، فضا میں بارود کی بُو تھی اور دلوں میں اندیشوں کا ہجوم، ایسے میں پاکستان نے نہایت سنجیدگی، حکمت اور غیر معمولی سفارتی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ثالثی کا کردار ادا کیا_ یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں، بلکہ ایک ایسی بصیرت کا ثبوت ہے جو صرف زندہ قوموں کو نصیب ہوتی ہے_

جنرل سید عاصم منیر صاحب کی قیادت میں افواجِ پاکستان نے جس متانت، تدبر اور دور اندیشی کا مظاہرہ کیا، وہ لائقِ صد تحسین ہے_

ان کی حکمتِ عملی نے نہ صرف حالات کا درست اندازہ لگایا بلکہ پسِ پردہ وہ راستے بھی تلاش کئے جن سے بات چیت کا در کھل سکے_

اُن کی شخصیت میں وقار بھی ہے اور فیصلہ سازی میں وہ ٹھہراؤ بھی، جو بڑے سے بڑے بحران کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہے_

دوسری جانب وزیراعظم شہباز شریف صاحب نے سفارتی محاذ پر جس فہم و فراست کا مظاہرہ کیا، وہ ایک مثبت رہنما کی پہچان ہے_ اُن کی مسلسل کاوشیں، رابطے اور امن کے لئے بے لوث جدوجہد نے دونوں ممالک کو مکالمے کی میز پر لانے میں بنیادی کردار ادا کیا_

یہ کہنا بجا ہوگا کہ انہوں نے نہ صرف پاکستان کا وقار بلند کیا بلکہ دنیا کو یہ باور کرایا کہ پاکستان امن کا خواہاں اور اس کا علمبردار ہے_

یہ کارنامہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ پاکستان محض ایک جغرافیائی خطہ نہیں، بلکہ حقیقی نظریہ ہے_

امن کا، توازن کا اور انسانیت کی بقا کا_ جب دنیا جنگ کی طرف بڑھتی ہے تو پاکستان صلح کی بات کرتا ہے، جب نفرتیں بڑھتی ہیں تو پاکستان مُحبت کا پیام دیتا ہے_

آج اگر ایران اور امریکہ کے درمیان کشیدگی میں کمی آئی ہے تو اس کے پیچھے پاکستان کی خاموش مگر مؤثر کاوشیں کارفرما ہیں_ یہ وہ خدمت ہے جو تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی_

اہلِ نظر کے لئے یہ لمحہ فخر کا ہے کہ ہمارا وطن نہ صرف اپنے مسائل سے نبرد آزما ہے بلکہ عالمِ انسانیت کے لئے بھی امید کی کرن بن کر ابھرا ہے، ابھرتا ہے اور ابھرتا رہے گا_

یہی وہ روح ہے جو قوموں کو زندہ رکھتی ہے، یہی وہ جوہر ہے جو پاکستان کو منفرد بناتا ہے_

پس آیئے، محبت اور دل کی گہرائیوں سے سید جنرل عاصم منیر صاحب کی یہ صدا بلند کریں_

"پاکستان ہمیشہ زندہ آباد"

OOO

آبنائے باب المندب

36 کلومیٹر چوڑے مگر مصروف ترین تجارتی راستے کی ممکنہ بندش دنیا کو کیسے متاثر کرے گی؟

ایران کی جانب سے بحیرہ احمر کے ایک اہم تجارتی راستے کو بند کرنے سے متعلق دھمکیوں نے عالمی تجارت میں مزید رکاوٹوں کے خدشات کو بڑھا دیا ہے۔

ایران پہلے ہی آبنائے ہرمز کو مؤثر طور پر بند کر چکا ہے، جس کے باعث بحری ٹریفک شدید متاثر ہے، اور اب ایران آبنائے 'باب المندب' کو متاثر کرنے کی دھمکی دے رہا ہے۔ باب المندب، خلیج عدن کو بحیرہ احمر اور پھر نہر سویز سے جوڑتی ہے۔

ایران واضح کر چکا ہے کہ اگر امریکہ کی جانب سے ایران کے خلاف کوئی زمینی کارروائی کی گئی تو وہ جنگ میں 'دیگر محاذ' کھول سکتا ہے۔

پاسدارانِ انقلاب سے منسلک تسنیم نیوز ایجنسی نے ایک ایرانی فوجی ذریعے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ 'آبنائے باب المندب دنیا کی سٹریٹجک آبناؤں

میں سے ایک سمجھی جاتی ہے، اور ایران کے پاس اس حوالے سے ایک مکمل اور قابلِ اعتبار خطرہ پیدا کرنے کی خواہش اور صلاحیت دونوں موجود ہیں۔'

ایران ماضی قریب میں بھی دھمکی دے چکا ہے کہ اگر امریکہ اس کے خارگ جزیرے پر حملہ کرتا ہے، تو وہ آبنائے باب المندب کو متاثر کرے گا۔

دوسری جانب دو روز قبل امریکی صدر ٹرمپ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ ایران کا تیل 'حاصل' کرنا چاہتے ہیں اور اس حوالے سے جزیرہ خارگ پر قبضہ کرنے پر غور کر رہے ہیں۔

آبنائے باب المندب کتنی اہم ہے؟

آبنائے باب المندب یمن کے ساتھ بحیرہ احمر کے کنارے پر اور جبوتی و اریٹیریا کے ساتھ افریقی کنارے پر واقع ہے۔

بحرِ ہند اور خلیج عدن سے آنے والی بحری ٹریفک کو نہر سویز تک رسائی کے لیے لازمی طور پر اس آبنائے سے گزرنا پڑتا ہے۔

115 کلومیٹر لمبی اور 36 کلومیٹر چوڑی یہ آبنائے سنہ 1869 میں نہر سویز کی تعمیر کے بعد عالمی تجارت میں ایک ایسی ناگزیر کڑی بن گئی تھی، جس نے یورپ اور ایشیا کے درمیان سب سے مختصر سمندری راستہ فراہم کیا۔

بحیرہ احمر میں موجود یہ آبنائے اب دنیا کے مصروف ترین راستوں میں سے ایک ہے، اور تقریباً ایک چوتھائی عالمی بحری ٹریفک اسی راستے سے گزرتی ہے۔ آبنائے ہرمز سے دنیا کو سپلائی ہونے والے تیل کا 20 فیصد حصہ گزرتا ہے جبکہ اندازوں کے مطابق آبنائے باب المندب کی ممکنہ بندش مزید 12 فیصد عالمی تیل کی ترسیل کو متاثر کرے گی۔

امریکی انرجی انفارمیشن ایڈمنسٹریشن کے مطابق، روزانہ تقریباً 50 لاکھ بیرل تیل، جو مشرقِ وسطیٰ اور ایشیائی ممالک سے آتا ہے اور مغرب کی جانب جاتا ہے، اسی آبنائے سے گزرتا ہے۔

مزید یہ کہ عالمی مائع قدرتی گیس (ایل این جی) کی آٹھ فیصد ترسیل بھی اس آبنائے سے ہوتی ہے۔ آبنائے ہرمز کے مؤثر طور پر بند ہونے کے بعد، بحیرہ احمر نے عالمی تجارت میں مزید اہمیت حاصل کر لی ہے۔

سعودی عرب نے باب المندب کو ینبع بندرگاہ سے سعودی تیل کی ترسیل کے لیے ایک گزرگاہ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔

ریاض اپنی مشرقی آئل فیلڈز سے روزانہ لاکھوں بیرل خام تیل وہاں ایک پائپ لائن کے ذریعے بھیجتا ہے۔ خام تیل اور گیس کے علاوہ، باب المندب مشرق اور مغرب کے درمیان مرکزی تجارتی رابطے کا حصہ بھی ہے، جہاں سے روزانہ درجنوں کارگو جہاز گزرتے ہیں۔

حوثیوں کا کردار

آبنائے باب المندب پر کسی بھی ممکنہ حملے کا امکان زیادہ تر حوثی باغیوں کی جانب سے ہوگا، جو یمن میں ایران کا حمایت یافتہ سیاسی و عسکری گروہ ہے۔ خبر رساں ادارے روئٹرز سے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بات کرتے ہوئے ایک حوثی رہنما نے کہا کہ وہ 'عسکری طور پر تیار' ہے تاکہ تہران کی حمایت میں آبنائے باب المندب کو نشانہ بنا سکیں۔ یاد رہے کہ 28 مارچ کو حوثیوں نے اسرائیل پر حملہ کیا، جو ایران کے ساتھ امریکہ، اسرائیل جنگ میں اُن کی جانب سے کیا جانے والا پہلا حملہ تھا۔ اسرائیل نے بتایا تھا کہ انھوں نے یمن سے آنے والے دو میزائل مار گرائے ہیں۔

حوثی گروہ یمن میں بحیرہ احمر کے ساحل پر قابض ہے اور اس نے غزہ جنگ کے دوران آبنائے باب المندب کو نشانہ بھی بنایا تھا۔ اس نوعیت کی کارروائیوں میں حوثیوں نے میزائلوں اور ڈرونز کے ذریعے 100 سے زیادہ تجارتی جہازوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو جہاز ڈوبے جبکہ چار سیلرز ہلاک ہوئے۔ نومبر 2023 میں حوثی باغیوں نے ہیلی کاپٹر استعمال کرتے ہوئے بحیرہ احمر میں جاپان آپریٹڈ اور برطانوی ملکیت والے کارگو جہاز 'گلیکسی لیڈر' کو ہائی جیک کر لیا تھا۔ اگرچہ اس موقع پر حوثیوں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ صرف اسرائیل سے تعلق رکھنے والے جہازوں کو نشانہ بنا رہے ہیں، لیکن ان حملوں کو وسیع پیمانے پر بلاامتیاز قرار دیا گیا، جس کے نتیجے میں دنیا کی کئی بڑی شپنگ اور آئل کمپنیوں کا اس علاقے سے گزرنا معطل کر دیا۔

یہ حملے

بالآخر اُس وقت کم ہو گئے جب امریکہ نے دعویٰ کیا کہ حوثی پیچھے ہٹ گئے ہیں، جبکہ حوثیوں نے جوابی دعویٰ کیا کہ اصل میں امریکہ ہی پیچھے ہٹا ہے۔ تاہم تجزیہ کاروں کو خدشہ ہے کہ ایران جنگ کے تناظر میں اس نوعیت کے حملے دوبارہ شروع ہو سکتے ہیں۔

بی بی سی کی نامہ نگار برائے بین الاقوامی اُمور لز ڈوسیٹ کہتی ہیں کہ 'ہمیشہ امکان ظاہر کیا جاتا رہا ہے کہ اگر ایران جنگ طول پکڑتی ہے تو یمن کے حوثی اس میں شامل ہوں گے۔'

انھوں نے کہا کہ 'حوثی، جو شمال مغربی یمن میں اثر و رسوخ رکھتے ہیں، نے اب تک اپنا سب سے طاقتور ہتھیار استعمال نہیں کیا یعنی باب المندب میں ٹریفک کو متاثر کرنے کی صلاحیت۔'

26 فروری کو امریکی محکمہ ٹرانسپورٹیشن کی میری ٹائم ایڈمنسٹریشن نے ایک نوٹس میں کہا تھا کہ 'اگرچہ حوثی

دہشت گرد گروہ نے اکتوبر 2025 میں اسرائیل اور غزہ کے درمیان جنگ بندی کے بعد سے تجارتی جہازوں پر حملہ نہیں کیا، لیکن وہ اب بھی اس خطے میں امریکی اثاثوں، بشمول تجارتی جہازوں، کے لیے خطرہ ہیں۔'

عالمی جہاز رانی کی صنعت دباؤ میں

باب المندب کا مطلب عربی میں 'آنسوؤں کا دروازہ' یا 'غم کا دروازہ' ہے۔ یہ نام اُن خطرات کی عکاسی کرتا ہے، جیسا کہ سمندر کے تیز دھارے، غیر متوقع ہوائیں، قزاقی کے خطرات اور علاقائی تنازعات۔

سنہ 2008 سے سنہ 2012 کے درمیان آبنائے باب المندب اور اس کے اردگرد کے پانیوں میں قزاقی کے متعدد واقعات پیش آئے۔ زیادہ تر صومالی گروہوں کی جانب سے کیے گئے ان حملوں کے دوران تجارتی جہازوں کے عملے کو اغوا کر کے تاوان طلب کیا گیا۔ ان واقعات نے عالمی برادری اور شپنگ کمپنیوں کو اس خطے میں سکیورٹی بڑھانے پر مجبور کیا تھا۔

آج اس راستے کی بندش توانائی کے بازار کے بحران کو مزید سنگین بنا دے گی، جو پہلے ہی آبنائے ہرمز کی صورتحال سے انتہائی دباؤ کا شکار ہے۔

خلیج میں شپنگ کی راہ میں رکاوٹ نے برینٹ خام تیل کی قیمت کو بہت بڑھا دیا ہے۔ یاد رہے کہ یکم اپریل کو برینٹ خام تیل کی مئی کے مہینے میں فراہمی کے لیے مارچ میں ہونے والے سودوں میں ریکارڈ 64 فیصد اضافہ دیکھا گیا ہے اور ماہرین کے مطابق یہ 1990 کی خلیجی جنگ کے بعد ہونے والا سب سے زیادہ ماہانہ اضافہ ہے۔

عالمی تجارت، جو عام صارفین کی مصنوعات سے لے کر زرعی اجناس تک وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی ہے، بھی اس کے اثرات محسوس کر رہی ہے۔ ایک اور اہم بحری راستے میں خلل اشیائے ضروریہ کی قیمتوں کو مزید بڑھا سکتا ہے اور ایران کے ساتھ تنازع کے معاشی اثرات کو مزید گہرا کر سکتا ہے۔

کمشنر کراچی کی ہدایت پر غیر قانونی تعمیرات کے خلاف بڑا آپریشن، 14 دکانیں مسمار

رپورٹ زاہد علی شاہ

کراچی میں سرکاری زمینوں پر غیر قانونی قبضوں کے خلاف کارروائیوں کا سلسلہ تیز ہو گیا ہے۔ کمشنر کراچی کی ہدایت پر اسسٹنٹ کمشنر آرام باغ حاظم بھنگوار نے محمد بن قاسم روڈ پر دھبنگ آپریشن کرتے ہوئے 14 غیر قانونی دکانیں مسمار کر دیں۔ اسسٹنٹ کمشنر حاظم بھنگوار کے مطابق یہ کارروائی عوامی شکایات موصول ہونے کے بعد عمل میں لائی گئی۔ کمشنر کراچی کو اطلاع ملی تھی کہ متعلقہ ٹاؤن چیئرمین مبینہ طور پر ان غیر قانونی دکانوں کی تعمیر میں ملوث ہے، جس پر فوری ایکشن لیا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ مذکورہ زمین کے ایم سی (کراچی میونسپل کارپوریشن) کی ملکیت ہے اور اس پر کسی بھی قسم کا غیر قانونی قبضہ ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ "ہم کسی کو بھی سرکاری زمین پر قبضہ یا غیر قانونی تعمیرات کی اجازت نہیں دیں گے۔"

اسسٹنٹ کمشنر آرام باغ نے مزید انکشاف کیا کہ اس کارروائی میں صدر ٹاؤن کے بعض افراد بھی ملوث پائے گئے ہیں، جن کے خلاف بھی قانونی کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہے۔ حاظم بھنگوار کے مطابق جس جگہ دکانیں تعمیر کی جا رہی تھیں وہاں پہلے کے ایم سی کا اسکول تھا، جسے غیر قانونی طور پر کمرشل مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی اسکول کی جگہ پر غیر قانونی دوکانیں کسی حال میں بننے نہیں دی جاسکتی۔ انہوں نے کہا کہ محمد بن قاسم روڈ، برنس روڈ سے متصل ایک اہم شاہراہ ہے اور یہاں غیر قانونی تعمیرات شہری آمدورفت اور سرکاری املاک دونوں کے لیے نقصان دہ تھیں۔ اسسٹنٹ کمشنر نے واضح کیا کہ کمشنر کراچی کی ہدایت کے مطابق شہر بھر میں غیر قانونی تعمیرات اور قبضوں کے خلاف بلا امتیاز کارروائیاں جاری رہیں گی، اور جو بھی اس میں ملوث پایا گیا اس کے خلاف سخت قانونی ایکشن لیا جائے گا۔

تیل کا بطور ہتھیار استعمال، تاریخ کا سبق اور ایران جنگ:

کیا یہ ٹرمپ کا سویز بحران ہے؟

ایک ماہ قبل ایران کے خلاف شروع کی جانے والی امریکی اور اسرائیلی جنگ میں اِس وقت صرف ایک ہی بات یقین سے کہی جا سکتی ہے اور وہ ہے اس کی غیر یقینی کیفیت۔

شاید یہ بات بھی اب حیران کُن نہیں رہی کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی جانب سے سوشل میڈیا پر جاری کیے جانے والے بیانات اِس بحران کو مزید گہرا کرتے ہوئے عالمی منڈیوں کو مسلسل جھٹکے دے رہے ہیں۔

لیکن اس جنگ کی سمت طے کرنے میں صرف ٹرمپ کے بیانات کا ہی نہیں، بلکہ تاریخ کا بھی ایک کردار نظر آ رہا ہے۔

اس تنازع کے آغاز کے بعد سے ماہرین ماضی پر نظریں دوڑا رہے ہیں تا کہ حالیہ کشیدگی کو بہتر انداز میں سمجھنے کی کوشش کر سکیں اور یہ جان سکیں کہ آگے کیا ہو سکتا ہے۔ اس کوشش میں کم از کم تین تاریخی واقعات اہم لگتے ہیں۔

سویز بحران

یمن کے حوثی باغیوں کی جانب سے جمعہ کے دن اسرائیل پر کیے گئے پہلے میزائل حملوں کے بعد، ایران جنگ میں ایک نیا محاذ کھول دیا گیا ہے۔

ایرانی حمایت یافتہ حوثی گروہ کی اس جنگ میں باقاعدہ شمولیت کے بعد عالمی معیشت کے مزید متاثر ہونے کا خدشہ بھی بڑھ گیا ہے کیونکہ حوثی باغی بحیرہ احمر میں، خصوصاً نہر سویز میں شپنگ کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔

اگر چہ یہ گروہ اِس اہم سمندری راستے کو مکمل طور پر بند کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لیکن یہ سویز تک رسائی کو محدود کر دینے کی صلاحیت ضرور رکھتا ہے۔

یاد رہے کہ سویز کینال سے 30 فیصد عالمی کنٹینر ٹریفک اور تیل اور گیس کی عالمی رسد کا تقریباً 15 فیصد گزرتا ہے اور ماہرین کا کہنا ہے کہ آبنائے ہرمز کے ساتھ ساتھ اگر سویز تک رسائی بھی متاثر ہوتی ہے تو عالمی معیشت پر بہت بڑا اثر ہوگا۔

اس تمام پیش رفت کے بیچ 70 سال قبل سویز بحران کی جانب توجہ مبذول کروائی جا رہی ہے جب مصر کے صدر جمال عبدالناصر نے سنہ 1956 میں سویز کو قومیاتے ہوئے دنیا میں تیل کی رسد کے اس اہم راستے پر کنٹرول حاصل کر لیا تھا اور اس کے جواب میں فرانس، برطانیہ اور اسرائیل نے اس کا کنٹرول واپس حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

ٹرمپ اور اُن کے اسرائیلی اتحادی وزیرِ اعظم نیتن یاہو کے لیے اس تاریخ میں چند اہم سبق موجود ہیں۔

بی بی سی کے مدیر برائے بین الاقوامی اُمور جیریمی بوؤن کا کہنا ہے کہ 'کسی بھی چیز سے زیادہ اِس وقت برطانیہ کی ایک عالمی طاقت کی حیثیت ختم ہو گئی تھی جو پہلی عالمی جنگ کے بعد سے مشرق وسطیٰ میں طاقت کا حامل تھا۔ لیکن یہ واقعہ اس طاقت کے اختتام کا آغاز تھا۔'

تہران اور حوثی باغیوں کی جانب سے تیل و گیس کی عالمی رسد کے راستوں تک رسائی کو ختم یا محدود کرنے کی جو حکمت عملی اپنائی جا رہی ہے، یہ 70 سال قبل مصر کی جانب سے اٹھائے گئے اقدام جیسی ہے۔

امریکی مؤرخ الفریڈ مکوئے کہتے ہیں کہ 'برطانوی اور فرانسیسی فوجیں جب تک سویز کے شمالی کنارے تک پہنچیں تو مصری فوج درجنوں بحری جہاز ڈبو چکی تھی، نہر بند کر چکی تھی اور یورپ تک تیل کی رسائی ختم ہو چکی تھی۔'

اُس وقت کے امریکی صدر آئزن ہاور کو خدشہ تھا کہ کہیں سرد جنگ کے بیچ سوویت یونین کے ساتھ نیا محاذ نہ کھل جائے چنانچہ انھوں نے برطانیہ اور فرانس کو نہر سویز کے معاملے پر پسپا ہونے پر مجبور کیا۔

الفریڈ کے مطابق 'اس وقت تک برطانیہ پر اقوام متحدہ میں پابندیاں لگ چکی تھیں اور اس کی کرنسی کمزور ہو چکی تھی جبکہ برطانیہ کا ایک عالمی طاقت کا تاثر بھی ختم ہو چکا تھا۔'

جیریمی بوؤن کے مطابق اُس وقت کا موازنہ آج درپیش حالات کے ساتھ مکمل طور پر نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ 'آج کے امریکہ کی طاقت کا موازنہ اُس وقت کی برطانوی طاقت کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا، لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہر طاقت اونچ نیچ کا شکار ہوتی ہے۔ اور چین کی بڑھتی ہوئی طاقت کی وجہ سے اگر مستقبل میں لوگوں نے امریکی زوال کے بارے میں لکھا تو شاید یہ جنگ ایک موقع کے طور پر دیکھی جائے جس میں نتائج کے

بارے میں زیادہ سوچے سمجھے بغیر امریکہ داخل ہوا۔'
ممکنہ نتائج کو سمجھنے کے لیے بھی 70 سال قبل کی تاریخ ہماری مدد کر سکتی ہے۔

1973 میں تیل کا جھٹکا

ماہرین کا ماننا ہے کہ ایران کے ساتھ جنگ کے نتیجے میں اہم معاشی شاہ رگ (آبنائے ہرمز) کی بندش کے ذریعے عالمی معیشت کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کا حربہ استعمال ہونے کا اندیشہ موجود تھا۔

اس کی ایک مثال 1973 میں سامنے آئی تھی جب جیریمی بوؤن کے مطابق اسرائیل کی شام اور مصر کے خلاف جنگ کے دوران امریکی مدد کے بعد عرب دنیا نے جوابی ردعمل میں تیل کو بطور ہتھیار استعمال کرتے ہوئے اس کی قیمت میں اضافے سے مغربی یورپ کو بہت نقصان پہنچایا۔

اس وقت کے سعودی وزیر تیل شیخ احمد زکی نے واضح طور پر کہا تھا کہ تیل کو کس طرح اثر و رسوخ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے عرب دنیا کی تیل پر اجارہ داری کو ایک 'ہتھیار' قرار دیا تھا جو 'عالمی معیشت کو تیزی سے گرا سکتا ہے۔'

پانچ ماہ تک جاری رہنے والی اس حکمت عملی کے اثرات ماہرین کے مطابق ایک دہائی تک محسوس کیے جاتے رہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کو

مہنگائی نے متاثر کیا اور افراط زر میں اضافہ ہوا۔ اگرچہ تیل آج کی دنیا میں کھپت میں کمی سمیت دیگر وسائل کی وجہ سے اتنا زیادہ اہم نہیں رہا لیکن اب بھی یہ توانائی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

امریکہ آج اپنی ضرورت سے زیادہ توانائی پیدا کرتا ہے لیکن اب بھی خام تیل بڑی مقدار میں درآمد کرتا ہے جس کی وجہ سے عالمی منڈی میں قیمتوں کے اُتار چڑھاؤ سے امریکی صارفین کو بھی فرق پڑے گا۔ اس کے علاوہ اگر امریکی تجارتی شراکت دار ایشیا میں متاثر ہوں گے تو اس کا اثر بھی امریکی منڈی میں محسوس کیا جائے گا۔

جیریمی بوؤن کا کہنا ہے کہ 'اب یہ ہو رہا ہے کہ سعودی اور اماراتی یہ تو نہیں کہہ رہے کہ وہ یورپ کو اپنا تیل نہیں بیچیں گے لیکن ایران اور حوثی باغی تیل کی رسد کو مشکل بنا رہے ہیں اور اس کی وجہ سے بہت مسائل ہوں گے۔'

ایران، عراق جنگ

مؤرخین کا کہنا ہے کہ 1980 کی دہائی میں ایران عراق جنگ صدر ٹرمپ کو سب سے اہم مثال پیش کرتی ہے کہ واشنگٹن کے مخالفین کیسے ایم معاشی راستوں کو بند کر سکتے ہیں۔

اس جنگ کے اختتامی مراحل میں آبنائے ہرمز سے گزرنے والے بحری مال بردار جہازوں کو ایران اور عراق دونوں نے ہی نشانہ بنایا تھا جس کا مقصد ماہرین کے مطابق عالمی طاقتوں کو تنازع میں شامل ہونے پر مجبور کرنا تھا۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کویت نے اس راستے سے اپنے جہازوں کی آمد و رفت کے لیے بین الاقوامی مدد مانگی۔ امریکہ نے اس لیے حامی بھر لی کیوں کہ اسے ڈر تھا کہ کہیں یہ موقع سوویت یونین نہ لے اڑے۔

آپریشن ارنیسٹ ول کے تحت جولائی 1987 میں آئل ٹینکرز کے ساتھ امریکی جہاز حفاظت کی غرض سے چلنے لگے لیکن اس وقت امریکہ کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا جب 'برجٹن' نامی امریکی جہاز کو ایرانی بارودی سرنگ نے نشانہ بنایا گیا۔

ماہرین کے مطابق اس واقعے سے علم ہوتا ہے کہ آبنائے ہرمز میں بارودی سرنگوں کے خلاف امریکی اہلیت کتنی ناکافی تھی۔

اب آج کے تنازع میں بھی صدر ٹرمپ دوسرے ملکوں سے آبنائے ہرمز کو کھلوانے میں مدد مانگتے دکھائی دیے۔ لیکن آج واشنگٹن کے لیے مسئلہ زیادہ بڑا ہے کیونکہ جنگی صلاحیت میں ڈرون شامل ہو چکے ہیں اور ایران اس وقت عراق کے ساتھ جنگ میں مصروف بھی نہیں ہے۔

تاریخ آج مشرق وسطی کے تنازع میں شریک قوتوں کو بہت سے سبق فراہم کرتی ہے۔ لیکن یہ قوتیں اس تاریخ کو کیسے دیکھتی ہیں، اس سے یہ طے ہوگا کہ اس تنازع کا رُخ اور طوالت کیا ہوگی۔

کرائم رپورٹر عبداللہ گدی ماہنامہ کرائم بیورو کا تازہ شمارہ آئی جی سندھ جاوید عالم اوڈھو اور کراچی پولیس چیف آزاد خان کو پیش کر رہے ہیں

ایران اور امریکہ اسرائیل کی جنگ کی وجہ سے مال بردار جہاز کراچی کا رخ کیوں کر رہے ہیں؟

مشرق وسطیٰ میں ایران اور امریکہ و اسرائیل کی درمیان جنگ کی وجہ سے آبنائے ہرمز کی بندش کے بعد جہاز رانی کا شعبہ شدید متاثر ہوا ہے۔

آبنائے ہرمز سے آئل ٹینکروں اور کنٹینرز جہازوں کی آمدورفت کے بند ہونے سے مشرق وسطیٰ سے دنیا کے دوسرے خطوں کے ساتھ ہونے والی بیرونی تجارت اس وقت شدید متاثر ہوئی ہے۔

خلیجی ریاستوں کی بندرگاہوں سے مال بردار جہازوں کی آمدورفت جہاں متاثر ہوئی ہے تو دوسری جانب پاکستان کی بندرگاہوں پر جہازوں کی آمدورفت میں کافی اضافہ ریکارڈ کی گیا ہے۔

کراچی پورٹ پر آنے والوں جہازوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔ پورٹ حکام کے مطابق مارچ کے مہینے میں کراچی پورٹ پر جہازوں کی تعداد گذشتہ مہینوں کے مقابلے میں کافی زیادہ رہی۔

مشرق وسطیٰ میں جنگ کی وجہ سے جہاز کراچی پورٹ کا رخ کیوں اختیار کر رہے ہیں؟ اس سے پہلے کراچی پورٹ پر ان کی تعداد کے اعداد و شمار پر ایک نظر دوڑاتے ہیں۔

کراچی پورٹ پر جہازوں کی تعداد میں کتنا اضافہ ہوا؟

مشرق وسطیٰ میں جنگ کی وجہ سے کراچی پورٹ پر جہازوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔

کراچی پورٹ ٹرسٹ (کے پی ٹی) کے ترجمان کی جانب سے بی بی سی کو فراہم کی جانے والی معلومات کے مطابق مارچ 2026 کے دوران کراچی پورٹ پر آنے والے جہازوں کی تعداد میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے، جب اس کا موازنہ گذشتہ ماہ اور گذشتہ سال کے اسی عرصے سے کیا جائے۔

کے پی ٹی کے مطابق پورٹ پر مختلف اقسام کے جہازوں خاص طور پر کنٹینر شپ اور ٹینکرز کی آمد میں اضافہ ہوا ہے، جو تجارتی سرگرمیوں میں بہتری کی نشاندہی کرتا ہے۔

اسی طرح کارگو کی اقسام میں بھی تنوع دیکھا گیا، جن میں سیمنٹ، کلنکر، چاول، کیمیکلز اور آئل مصنوعات شامل ہیں، جو صنعتی اور تجارتی سرگرمیوں کے تسلسل کو ظاہر کرتے ہیں۔

ترجمان نے بتایا کہ کراچی پورٹ پر گذشتہ 24 گھنٹوں کے دوران مجموعی طور پر 165,476 میٹرک ٹن کارگو ہینڈل کیا گیا۔

اعداد و شمار کے مطابق اس میں 41,209 میٹرک ٹن برآمدی (ایکسپورٹ) جبکہ 124,267 میٹرک ٹن درآمدی (امپورٹ) کارگو شامل ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ درآمدات کا حجم زیادہ رہا۔

پورٹ حکام کے مطابق اس دوران 7 جہاز کراچی پورٹ پر لنگر انداز ہوئے، جن میں کنٹینر شپ، ٹینکر اور بلک کارگو بردار جہاز شامل تھے، جبکہ 6 جہاز اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے۔

کارگو کی اقسام میں کنٹینرائزڈ کارگو سب سے نمایاں رہا، جس کی مقدار 110,040 میٹرک ٹن ریکارڈ کی گئی۔ اس کے علاوہ کلنکر، سیمنٹ، چاول، کھاد اور مائع کارگو بھی ہینڈل کیا گیا۔

ترجمان کے مطابق آئندہ دو روز کے دوران مزید متعدد کنٹینر بردار اور دیگر جہازوں کی آمد متوقع ہے، جس سے پورٹ پر تجارتی سرگرمیوں میں مزید تیزی آنے کا امکان ہے۔

کراچی پورٹ پر جہازوں کی تعداد میں اضافے کی کیا وجہ ہے؟

ایران اور امریکہ و اسرائیل جنگ کے بعد آبنائے ہرمز کی بندش کے بعد کراچی پورٹ پر جہازوں کی آمد میں اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب خلیجی ریاستوں کے پورٹس پر سرگرمیاں شدید متاثر ہوئی ہیں کراچی پورٹ پر سرگرمیوں میں اضافے کے بارے میں جہاز رانی امور کے ماہر عاصم اقبال کا کہنا ہے کہ اس کی سب سے بڑی وجہ خلیجی ریاستوں میں جنگ کی وجہ سے پورٹس آپریشنز کا متاثر ہونا ہے۔

انھوں نے کہا 'جبل علی، ابوظہبی اور دوسری پورٹس اس وقت شدید متاثر ہیں کیونکہ وہاں سے جہازوں کی آمدورفت اس وقت مکمل طور پر اس کارگو کے لیے رکی ہے کو آبنائے ہرمز کے ذریعے دنیا کے دوسرے ملکوں میں جاتا ہے یا وہاں سے آتا ہے۔'

انھوں کے کہا 'آبنائے ہرمز کی وجہ سے ایک تو جہاز اس کا رخ نہیں کر رہے تو دوسری جانب اس سے گزرنے والے کارگو پر وار رسک پریمیم بہت زیادہ بڑھ گیا ہے جس کی وجہ سے شپنگ کمپنیاں کے لیے اب یہاں سے مال لے جانا مالی طور پر قابل عمل نہیں رہا۔'

عاصم اقبال نے کہا 'اس صورت میں یہ شپنگ کمپنیاں آبنائے ہرمز کے ذریعے جانے والے کارگو کو ٹرانس شپمنٹ کے طور پر دوسرے ملکوں کی بندرگاہوں پر لے جا رہی ہیں۔'

انھوں نے کہا 'کراچی پورٹ اسی صورت حال میں ایک آئیڈیل پورٹ کے طور پر ابھرا ہے کہ جہاں ٹرانس شپمنٹ کارگو کو اتارا جا سکتا ہے۔'

انھوں نے کہا 'ایسا کارگو کمپنیاں کچھ وقت کے لیے ٹرانس شپمنٹ کارگو کے طور پر اتارتی ہیں تاکہ اسے بعد میں اس کے مطلوبہ مقام تک پہنچایا جا سکے۔ اور اسی وجہ سے کراچی پورٹ پر جہازوں کی آمد میں اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔'

کراچی میں پورٹ قاسم اتھارٹی کے مطابق پورٹ قاسم میں مارچ کے مہینے میں سترہ جہاز لنگر انداز ہوئے جو ہر مہینے میں جہازوں کی اوسط آمد سے کافی زیادہ ہے

کراچی پورٹ کا انفراسٹرکچر کیا اضافی کارگو ہینڈلنگ کی صلاحیت رکھتا ہے؟

آبنائے ہرمز کی بندش کی وجہ سے ٹرانس شپمنٹ کارگو کی صورت میں کافی جہاز کراچی پورٹ کا رخ کر رہے ہیں جس وجہ سے پورٹس سرگرمیوں میں اضافہ ہوا ہے۔

کراچی پر اس وقت مختلف ٹرمینل پر کارگو کی ہینڈلنگ ہوتی ہے۔ بی بی سی کو دستیاب معلومات کے مطابق مختلف ٹرمینلز 50000 کنٹینرز سے زیادہ کی ہینڈلنگ اور سٹوریج کی صلاحیت کے حامل ہیں تاہم جہازوں کی بڑی تعداد کے کراچی پورٹ کی جانب رخ کرنے اور ٹرانس شپمنٹ کارگو کو یہاں اتارنے سے پورٹ انفراسٹرکچر پر دباؤ بڑھ سکتا ہے۔

ماہرین اور حکام نے بتایا کہ کراچی پورٹ پر انفراسٹرکچر بہت بڑی تعداد میں ٹرانس شپمنٹ کارگو کے لیے ناکافی ہے کیونکہ پاکستان کا اپنا روٹین کا کنٹینرز کارگو بھی پہنچ رہا ہے اور اسے بھی ہینڈل کرنا ضروری ہے۔

اس سلسلے میں پورٹ حکام نے بی بی سی کو بتایا کہ ایک اجلاس گذشتہ روز منعقد کیا گیا تاکہ پورٹ پر جہازوں کی آمد میں اضافے اور اس پر لدے کارگو کو ہینڈل کرنے کے لیے اقدامات کو یقینی بنایا جا سکے۔

حکام کے مطابق 'میٹنگ میں میں فیصلہ کیا گیا کہ سٹوریج میں موجود تیس دن سے زائد کارگو کو جلد نکالا جائے تاکہ نئے کارگو کے لیے جگہ بنائی جا سکے۔ اسی طرح آف ڈاک ٹرمینل میں مال کو بھیجا جائے تاکہ پورٹ پر زیادہ مال کے اترنے سے مسائل پیدا نہ ہوں'۔

عاصم اقبال نے اس سلسلے میں کہا 'جبل علی اور خلیجی کی ریاستوں کے کارگو کو کراچی پورٹ پوری طرح تو ہینڈل نہیں کر سکتا کیونکہ وہاں جانے والے کارگو کی تعداد بہت زیادہ ہے۔' انھوں نے کہا کراچی پورٹ اس کا کچھ فیصد ہی سنبھال سکتا ہے۔ ان کے مطابق 'صرف جہاز سے مال اترنا ہی کافی نہیں کہ اس کے لیے گنجائش بنائی جا سکے۔ جہاں کنٹینر اترتا ہے وہ جگہ گھیرتا ہے اسی طرح اسے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے کافی ایریا ٹرانسپورٹیشن کے لیے چاہیے تاکہ تمام حفاظتی تدابیر کو بروئے کار لایا جا سکے اور پھر اس کی یارڈ پر منتقلی اور اسے وہاں رکھنے کے بھی کافی بڑا ایریا چاہیے۔'

عاصم اقبال نے بتایا کہ 'کراچی پورٹ پر بہت زیادہ گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ٹرانس شپمنٹ کارگو پڑوسی ملکوں کی پورٹس کا رخ کر سکتا ہے۔'

(رابیل امر)

س: کیا انسانی جسم خود کو خود ٹھیک کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟
ج: جی ہاں! اسے "بائیونک انرجی" کہتے ہیں۔ اگر آپ روزانہ صبح سورج کی پہلی کرنوں میں 10 منٹ آنکھیں بند کر کے بیٹھیں اور یہ تصور کریں کہ روشنی آپ کے بیمار حصے میں جذب ہو رہی ہے، تو خلیوں کی مرمت کا عمل 3 گنا تیز ہو جاتا ہے۔

س: ریڑھ کی ہڈی کے مہروں کا قدیم حل کیا ہے؟
ج: قدیم علوم کے مطابق زمین پر ننگے پاؤں چلنا زمین کی برقی توانائی (Earthing) کو جسم میں منتقل کرتا ہے، جو مہروں کی سوزش کو قدرتی طور پر ختم کرتا ہے (طلوع آفتاب سے آدھا گھنٹہ قبل اور آدھا گھنٹہ بعد تک زمین پر ننگے پاؤں چلنا چاہیے)

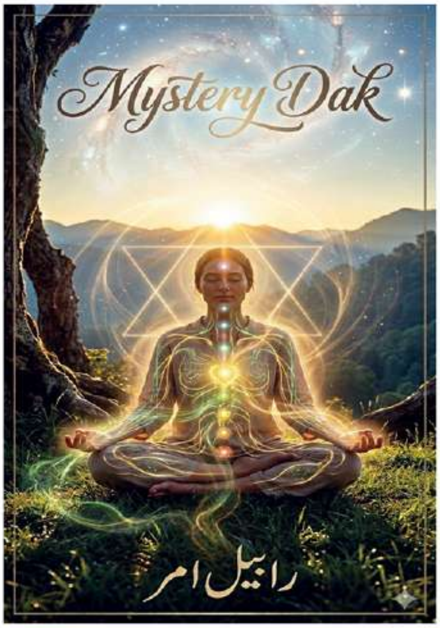

میسٹری ڈاک

انسانی جسم کائنات کا سب سے بڑا معمہ ہے" میسٹری ڈاک" میں ہم آپ کو ان قدیم باطنی طاقتوں سے روشناس کرائیں گے جو آپ کے جسم، سانس اور خلیات میں پوشیدہ ہیں آئیں ادویات کے بغیر لازوال حُسن کے سفر پر چلیں

س: دائمی نزلہ اور الرجی کا کوئی باطنی علاج؟
ج: تانبے کے برتن میں پانی بھر کر اسے 6 گھنٹے دھوپ میں رکھیں اور پھر وہ پانی پئیں۔ یہ پانی اینٹی بیکٹیریل بن جاتا ہے۔ اس دوران صبح آٹھ بجے کے قریب کمر پر دس منٹ تک سورج کی شعاعیں ڈالنا بھی مفید ہے۔

س: یادداشت بڑھانے کا قدیم ترین طریقہ کیا ہے؟
ج: رات کو تانبے کے برتن میں پانی رکھ کر صبح نہار منہ دو گلاس پانی پینا اور پڑھتے وقت رخ شمال کی طرف رکھنے سے یادداشت بڑھتی ہے، کیونکہ مقناطیسی لہریں اسی سمت سے آتی ہیں۔ رات کو جو پڑھا جائے وہ دن میں بھولتا نہیں ہے۔

س: جسمانی سستی اور کاہلی کا فوری خاتمہ کیسے ممکن ہے؟
ج: اپنے دونوں کانوں کے نچلے حصوں (Lobes) کو ایک منٹ تک مسلیں یہاں پورے جسم کے انرجی پوائنٹس ہوتے ہیں جو فوری بیدار کر دیتے ہیں۔

س: کیا آواز سے کینسر جیسے خلیوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟
ج: مخصوص فریکوئنسی (جیسے 528Hz) کی آوازیں یا دھیمی گونج جسم کے ڈی این اے کی مرمت کرتی ہے اور فاسد مادوں کو نکال باہر کرتی ہے۔
(کینسر کے مریض کو اپنے دو کھانوں کے درمیان میں تیرہ گھنٹے کا وقفہ دینا چاہیے، جیسا کہ صبح کا ناشتہ اگر سات بجے کیا ہے تو رات کا کھانا آٹھ بجے کھانا چاہیے، تین وقت کا کھانا اور سُرخ مرچ کا ترک کرنا چاہیے ہفتہ میں تین سے چار بار سُرخ لباس پہننا بھی اس مرض میں مفید ہے)

س: غصے کو جڑ سے ختم کرنے کا قدیم راز؟
ج: جب غصہ آئے ٹھنڈا پانی پئیں اور اپنی زبان کو تالو سے لگا لیں یہ دماغ کے غصہ پیدا کرنے والے مرکز کو فوری خاموش کر دیتا ہے۔

س: دل کے دورے (Heart Attack) سے بچنے کی ہنگامی مدرا کون سی ہے؟
ج:"اپان وایو مدرا" پانچ منٹ تک شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کی جڑ میں لگائیں اور درمیانی دو انگلیوں کے پوروں کو انگوٹھے سے ملائیں اور سب سے چھوٹی انگلی کو ہتھیلی کی طرف نہیں پیچھے کی جانب سیدھا رکھیں اسے زندگی بچانے والی مدرا کہا جاتا ہے دل کے امراض میں روزانہ خالی پیٹ دس منٹ تک کرنا چاہیے اور کھانا کھانے کے چار گھنٹے بعد بھی دس منٹ تک کر لینا چاہیے۔

س: ہائی بلڈ پریشر کو 5 منٹ میں کیسے کم کریں؟
ج: پانچ منٹ تک بائیں نتھنے سے سانس لیں (دائیں کو بند کر کے) یہ جسم کے "کولنگ سسٹم" کو متحرک کر کے پریشر نارمل کر دیتا ہے۔

س: پیٹ کی چربی پگھلانے کا بہترین آسن؟
ج:"نوکا آسن" (Boat Pose) زمین پر لیٹ کر پیروں اور سر کو 30 ڈگری تک اٹھائیں یہ معدے کے عضلات کو ٹائٹ کر کے چربی پگھلاتا ہے (تیس تیس سیکنڈ کے پانچ سیٹ وقفہ وقفہ سے کر سکتے ہیں)

س: گردوں کی صفائی کے لیے کون سا پریشر پوائنٹ دبائیں؟
ج: پاؤں کے تلوے کے بالکل درمیان میں ایک پوائنٹ ہوتا ہے اسے روزانہ 3 منٹ دبانے سے گردے زہریلے مادے نکال دیتے ہیں۔

س: تھائیرائڈ کا یوگا سے حل؟
ج:"اجائی پرانایام" گلے سے خراٹے جیسی آواز نکالتے ہوئے سانس کھینچنا۔ یہ تھائیرائڈ غدود کو متحرک کرتا ہے (خالی پیٹ روزانہ دس منٹ تک آرام سے کر لینا چاہیے)
س: ذہنی تناؤ (Stress) کے لیے جادوئی پوائنٹ؟
ج: دونوں بھنوؤں کے درمیان (تیسری آنکھ کا مقام) ہلکے ہاتھ سے تین سے پانچ منٹ تک مساج کرنا فوری سکون دیتا ہے۔
س: نیند نہ آنے کا مدرا سے علاج؟
ج:"شکتی مدرا" دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر، شہادت اور ساتھ والی انگلیوں کو انگوٹھوں کے اوپر رکھ کر، پھر دونوں ہاتھوں کو آپس میں جوڑنا اور دونوں ہاتھوں کی چھوٹی اور چھوٹی کے ساتھ والی انگلیوں کو آپس میں سروں سے پندرہ منٹ تک ملا کر رکھنے سے اعصاب پرسکون ہوتے ہیں یہ رات کو سونے سے پہلے لیٹ کر، سیدھا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر بھی کیا جا سکتا ہے۔
س: چہرے پر قدرتی "روشنی" اور گلو کیسے لایا جائے؟
ج:" پرتھوی مدرا" روزانہ 15 منٹ خالی پیٹ ایسے کریں کہ انگوٹھا اور چھوٹی انگلی کے ساتھ والی انگلی جس کو رنگ فنگر کہتے ہیں ان کے سرے آپس میں مل جائیں اور باقی انگلیاں سیدھی رہیں۔
یہ جسم میں وٹامنز کی کمی دور کرتی ہے اور چہرے کی رنگت صاف کرتی ہیں۔
س: بالوں کو وقت سے پہلے سفید ہونے سے کیسے روکیں اور گرتے بالوں کو کیسے بچائیں؟
ج: خالی پیٹ دونوں ہاتھوں کے ناخنوں کو آپس میں سات سے گیارہ منٹ تک رگڑیں اور پھر سر کی جلد پر پانچ سے سات منٹ تک انگلیوں کے پوروں سے "ٹیپنگ" (Tapping) کریں
س: ڈھلتی عمر اور جھریوں کا سائنسی و باطنی حل؟
ج: الٹا لیٹ کر سر کو بستر سے نیچے لٹکانا (تین سے پانچ منٹ) اس سے خون کا بہاؤ چہرے کی طرف بڑھتا ہے جو قدرتی فیس لفٹ ہے۔
س: آنکھوں کی چمک اور بینائی تیز کرنے کا راز؟
ج: صبح اٹھتے ہی نہار منہ اپنے منہ کا لعاب (لعابِ دہن) آنکھوں میں سرمے کی طرح لگائیں یہ قدیم ترین آزمودہ نسخہ ہے۔
س: قد بڑھانے یا جسم کو سڈول بنانے کے لیے کیا کریں؟
ج:"تاڑ آسن" پنجوں کے بل کھڑے ہو کر ہاتھوں کو اوپر کی طرف کھینچنا۔ یہ پٹھوں کو لمبا کرتا ہے اور شخصیت میں نکھار لاتا ہے۔
(قد بڑھانے کے مزید راز گاہے بگاہے بتائیں جائیں گے)
س: باطنی کشش (Magnetism) پیدا کرنے کا طریقہ؟
ج: اپنے خیالات کو مثبت رکھیں جو انسان دوسروں کے لیے خیر چاہتا ہے۔ اس کی شکل پر ایک خاص مقناطیسی کشش پیدا ہو جاتی ہے جسے لوگ محسوس کرتے ہیں۔
صبح کو فجر کے وقت بیدار ہو کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آپس میں اس طرح رگڑیں کہ ہتھیلیاں گرم ہو جائیں اور پھر ان کو اپنے منہ پر دعا کی طرح تین بار پھیر لیں
ممکن ہو تو اُس وقت میں بستر کو چھوڑ کر آسمان پر ستاروں کو تین سے چار منٹ دیکھیں اور یہ عمل آسانی سے کریں منہ کو اوپر اٹھا کر مشکل میں ایسا نہ کیا جائے صبح سات بجے سے نو بجے کے درمیان میں آسمان بھی تین سے چار منٹ تک دیکھ لینا چاہیے۔
فجر کے وقت دو سے تین منٹ ننگے پاؤں کے بل زمین پر بیٹھیں

صحت کے لیے متحد ہوں‘ سائنس کے ساتھ کھڑے ہوں

ہمدرد فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام عالمی کانفرنس

جدید ٹیکنالوجی نے دنیا میں انقلاب برپا کردیا ہے۔ انٹرنیٹ پر موجود جدید علوم کی سہل دستیابی نے دنیا بھر کے لوگوں کو جدید علوم حاصل کرنے، تحقیق کرنے اور انفرادی وقومی ترقی کی نئی راہیں ہموار کرنے کے نادر مواقع فراہم کیے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار معروف سائنس دان، محقق اور سابق وفاقی وزیر پروفیسر ڈاکٹر عطاالرحمان نے کیا۔

گزشتہ روز ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے زیر اہتمام منعقدہ انٹرنیشنل چلڈرنز ہیلتھ کانفرنس میں بطور مہمان خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کی صدر محترمہ سعدیہ راشد (ہلال امتیاز) کی میزبانی میں عالمی ادارہ صحت کی تھیم "صحت کے لیے متحد ہوں، سائنس کے ساتھ کھڑے ہوں" پر مقامی ہوٹل میں انعقاد پذیر ہوئی۔

کانفرنس میں عالمی ادارے صحت کے صوبہ سندھ کے سربراہ ڈاکٹر مختار بھایو، ہمدرد پاکستان کی مینجنگ ڈائریکٹر/سی ای او فاطمہ منیر احمد، چیف آپریٹنگ آفیسر فیصل ندیم اور ڈائریکٹر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان سید محمد ارسلان سمیت دیگر معززین بھی شریک ہوئے۔ پاکستان کے دیگر شہروں اور کئی ممالک سے تعلق رکھنے والے نونہال مقررین نے بہ ذریعہ زوم اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ڈاکٹر عطا الرحمان نے کہا کہ جس برق رفتاری سے ہر شعبے میں ٹیکنالوجی کا کردار کلیدی ہوتا جارہا ہے کوئی بعید نہیں ہم اگلے چند عشروں میں ہی ایسی دنیا دیکھیں گے جو آج کی دنیا سے مکمل طور پر مختلف اور جدید ہوگی۔ طبی شعبے میں ہونے والی تحقیق نے تو بنی نوع انسان کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ ایسی چپ تیار ہورہی ہیں جن کے ذریعے دماغی امراض جیسے پارکنسنز پر قابو پایا جاسکے گا۔

انسان اپنے دماغ سے اپنے اطراف موجود مشینیں اور آلات آپریٹ کرسکے گا۔ مصنوعی ذہانت کے کمالات تو ابھی سے ہمارے سامنے آرہے ہیں۔ اسی طرح کمپیوٹیشن، کیمیکل، بائیولوجیکل اور انجینئرنگ کے مزید کئی شعبوں میں بھی نئی پیش رفت سامنے آرہی ہیں۔

یہ نئے شعبے آپ نونہالان کے لیے انفرادی وقومی ترقی کے مواقع پیدا کررہے ہیں۔ علوم پر ابھی چند ممالک کی اجارہ داری نہیں رہی ہے۔ سب انٹرنیٹ پر موجود ہے، جس سے آپ سب مستفید ہوسکتے ہیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ نئی نسل کو جدید علوم سے آراستہ کرنے کے لیے جامعات اور تربیت یافتہ اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے جو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں۔ اسی لیے انہوں نے بہ طور وفاقی وزیر ایچ ای سی کو فعال ومنظم کیا۔

انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ بچوں کی اپنی دلچسپی بھی بہت اہم ہے کیونکہ کام یابی وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو سخت محنت، ایمان داری اور علم حاصل کرنے کا جذبہ اپنے اندر رکھتے ہیں لہذا آپ طلبہ بھی اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کریں۔

محترمہ سعدیہ راشد نے ابتدائی کلمات میں کہا کہ فطرت سے آگاہی کا نام سائنس ہے۔ یہ پہلے سے ہماری روزمرہ کی زندگی کا حصہ ہے اور یہ ہمیں جراثیم جیسے نظر نہ آنے والے خطرات سے محفوظ رہنے کا علم دیتی ہے۔

عالمی ادارہ صحت کی اس سال کی تھیم بھی اسی پیغام کی عکاسی کرتی ہے۔

اس وژن کا تصور شہید حکیم محمد سعید نے دیا تھا۔

ان کا کہنا تھا کہ بچوں کو صرف کتابوں سے نہیں بلکہ حقیقی دنیا کے پلیٹ فارم سے بھی سیکھنا چاہیے جہاں وہ اپنے خیالات کا اظہار کرسکیں۔

سائنسی علوم پر دسترس حاصل کرکے ہی ہم اپنے ملک بلکہ پوری دنیا کے روشن مستقبل کی تعمیر کرسکتے ہیں۔

فاطمہ منیر احمد نے کہا کہ تیزی سے بدلتی دنیا میں پیچیدہ طبی مسائل ہمیں باور کروا رہے ہیں کہ ہمیں اپنے ہیلتھ کیئر نظام کو فطرت سے ہم آہنگ کرنا ہوگا۔

اس کے لیے سائنسی تحقیق کو مزید فعال کرنے کی جتنی ضرورت شاید آج ہے پہلے نہیں تھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ شہید حکیم محمد سعید کی بدولت یونانی طب ایک جدید نظام صحت بن چکی ہے۔

یہ ارتقا دلیل ہے کہ روایتی علوم کو سائنس سے مزین کرکے انسان کے طبی و صحتی مسائل سے بہ حسن وخوبی نمٹا جاسکتا ہے۔

شہید پاکستان حکیم محمد سعید کا یہی وژن تھا کہ وہ نونہالان کے لیے ایسے پلیٹ فارمز قایم کرنا چاہتے تھے جہاں ان کی فکری تربیت بھی کی جاسکے۔ مجھے آج کی کانفرنس کے کام یاب انعقاد پر بہت مسرت ہے۔

عالمی ادارہ صحت کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر ٹیڈروس ادہانوم گھبریسس، ریجنل ڈائریکٹر ڈاکٹر حنان بالخی اور پاکستان میں عالمی ادارہ صحت کی ڈپٹی نمایندہ ایلین تھوم نے اپنے خصوصی تہنیتی پیغامات میں ہمدرد فاؤنڈیشن کی محترمہ سعدیہ راشد کی قیادت میں قیام صحت کے لیے جدوجہد اور تین دہائیوں پر مشتمل متحرک کردار کو سراہا۔

کانفرنس میں مقامی اور غیر ملکی نونہال مندوبین نے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جن میں ڈاکٹر سید رضوان، عائشہ اقبال، محمد انس، طیبہ ہما سید صدیقی، سید محمد کاظم عباس شاہ اور ہاجرہ الیاس شامل ہیں۔

پاکستان کے مختلف شہروں سے شرکت کرنے والے مندوبین میں درج شامل تھے۔

سیدہ فاطمہ زہرا، ماما پارسی اسکول کراچی، مریم بنت عبدالحفیظ، کنگ جارج پنجم سیکنڈری اسکول ملائیشیا، ہانیہ فاطمہ سیکرڈ ہارٹ کانونٹ اسکول لاہور، زینب صدیقی، دی سٹی اسکول بیت المکرم کراچی، زویا مقصود ملتانی، ونیتا وشرم اسکول آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، عز محمد حسین پبلک اسکول، ہندوستان، پاکستان/شام آباد پبلک اسکول ملٹن ڈسٹرکٹ ہائی اسکول کینیڈا، توصیف احمد، ادرہ ریو اسکول اینڈ کالج کراچی، محمد حیات بلوچ، ایس او ایس چلڈرن ولیج اسکول کوئٹہ، فریحہ بابر، ایل ڈی اے ماڈل اسکول لاہور، ارفع نور، ہمدرد پبلک اسکول کراچی، فاطمہ خاور، سٹی ایجوکیشن اسکول سسٹم، راولپنڈی/اسلام آباد، یسرا آصف، ہمدرد ولیج اسکول کراچی، سیدنا حسین اسکول، ایف سی پی او کراچی، ایف سی اے ماڈل اسکول۔ صدیقی، حبیب گرلز اسکول کراچی، آمنہ صدیقی، حماد پبلک اسکول کراچی اور سیدہ حورین ارسلان، سینٹ جوزف کانونٹ اسکول کراچی۔

1970 کی دہائی کا تیل بحران کیا تھا، اور کیا دنیا اس سے بھی بڑے بحران کی طرف بڑھ رہی ہے؟

دنیا کی اہم ترین آبی گزرگاہ ایک مہینے سے بند ہے اور اس بندش سے یہ عندیہ مل رہا ہے کہ دنیا شاید 1970 کی دہائی میں پیدا ہونے تیل کے بحران سے بھی بڑے کسی بحران کی طرف بڑھ رہی ہے۔

شپنگ کمپنی میسک کے سابق ڈائریکٹر اور جہاز رانی کے امور کے ماہر لارس جینسن کہتے ہیں کہ امریکہ اور اسرائیل کی ایران کے خلاف جنگ کے اثرات 1970 کی دہائی میں جنم لینے والی اقتصادی افراتفری کے مقابلے میں 'زیادہ' ہوں گے۔

ان کا یہ بیان ایک ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب گذشتہ مہینے کے اوائل میں بین الاقوامی توانائی ایجنسی کے ڈائریکٹر فاتح بیرول نے خبردار کیا تھا کہ دنیا کو 'تاریخ کے سب سے بڑے' توانائی کے بحران کا سامنا ہے۔

انھوں نے بی بی سی کو بتایا تھا کہ 'یہ 1970 کی دہائی کے بحران سے بڑا بحران ہے، جب تیل کی قیمتوں میں بھونچال آ گیا تھا۔ ہم نے یوکرین پر روس کے حملے کے بعد قدرتی گیس کی قیمت میں اضافہ دیکھا تھا لیکن موجودہ بحران اس سے بھی بڑا ہے۔'

آبنائے ہرمز کی بندش نے تیل اور گیس کی بین الاقوامی ترسیل کو تہس نہس کر دیا ہے لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ دنیا آج ماضی کے مقابلے میں ایسے بحران سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

1970 کی دہائی میں کیا ہوا تھا؟

ماہرِ اقتصادی امور اور کرسٹل انرجی کے چیف ایگزیکٹو ڈاکٹر کیرل نخلے کہتی ہیں کہ 1970 کی دہائی کا تیل کا بحران آج کے بحران سے 'بنیادی طور پر مختلف' تھا کیونکہ اُس وقت تیل کی قیمت میں اضافہ ایک 'دانستہ طور پر بنائی گئی پالیسی فیصلے کا نتیجہ تھا۔'

اکتوبر 1973 میں تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک نے اسرائیل کی یوم کپور جنگ کی حمایت کرنے پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو تیل کی ترسیل پر پابندی عائد کر دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی تیل کی پیداوار میں کمی کی گئی، جس سے عالمی سطح پر بحران پیدا ہوا۔

ڈاکٹر نخلے کہتی ہیں کہ اس کا 'نتیجہ یہ نکلا کہ چند ہی مہینوں کے اندر تیل کی قیمتیں تقریباً چار گنا بڑھ گئیں۔'

اس کے نتیجے میں تیل کا استعمال کرنے والے بڑے ممالک نے ایندھن ذخیرہ کرنا شروع کر دیا اور ڈاکٹر نخلے کے مطابق اس نے ایک 'عالمی معاشی اور مالیاتی بحران' کو جنم دیا، جس کے دیرپا اثرات مرتب ہوئے۔'

بیلفاسٹ کی کوئنز یونیورسٹی سے منسلک محقق ڈاکٹر تیار نان ہینی کہتے ہیں کہ تیل کی قیمتوں میں اضافے سبب دنیا میں مہنگائی بڑھی 'اس کا مطلب یہ ہے کاروبار میں کمی ہوئی اور بیروزگاری بڑھ گئی۔'

ان کا کہنا تھا کہ 'اس صورتحال کے بالواسطہ بہت بڑے اثرات مرتب ہوئے، جنھوں نے کئی ممالک کے سماجی ڈھانچے کو نقصان پہنچایا، ملک گیر ہڑتالیں ہوئیں، غربت میں اضافہ ہوا اور بہت سارے خاندانوں کو بنیادی ضروریات پوری کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔'

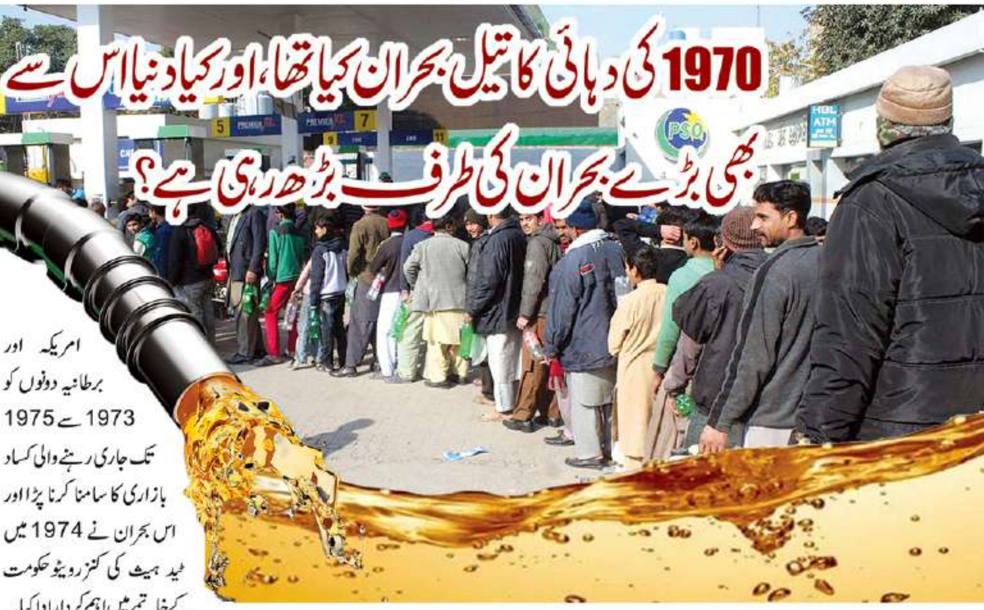

امریکہ اور برطانیہ دونوں کو 1973 سے 1975 تک جاری رہنے والی کساد بازاری کا سامنا کرنا پڑا اور اس بحران نے 1974 میں ٹیڈ ہیتھ کی کنزرویٹو حکومت کے خاتمے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس وقت تیل کے موجود بحران کے دوران کیا ہو رہا ہے؟

ایک مہینے پہلے امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے ایران کے خلاف جنگ کی شروعات کے بعد آبنائے ہرمز عملی طور پر جہاز رانی کے لیے بند ہے۔

اس صورتحال نے خلیجی ممالک سے تیل، گیس اور دیگر ضروری سامان کی ترسیل کو شدید متاثر کیا ہے۔ یہ ممالک عام طور پر دنیا کے تیل کا تقریباً پانچواں حصہ برآمد کرتے ہیں۔

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے خلیجی ممالک سے تیل کی فراہمی دوبارہ شروع کروانے کے لیے مختلف اقدامات کرنے کی کوشش کی ہے، جن میں اتحادی ممالک سے جنگی بحری جہاز بھیجنے کی درخواست اور آبنائے ہرمز سے جہازوں کو گزرنے نہ دینے پر ایران کو سخت نتائج کی دھمکی دینا شامل ہے۔

لارس جینسن نے بی بی سی ٹوڈے کو بتایا کہ خلیجی خطے سے ایک مہینے سے زیادہ عرصے پہلے روانہ ہونے والا زیادہ تر تیل ابھی بھی دنیا بھر کی ریفائنریوں تک پہنچ رہا ہے، لیکن یہ سلسلہ جلد ہی رک جائے گا۔

'اگر کرشماتی طور پر آبنائے ہرمز کل کھل بھی جاتی ہے تب بھی تیل کی موجودہ قلت میں مزید اضافہ ہی ہو گا۔'

جینسن کہتے ہیں کہ 'ہم قیمتوں میں بڑا اضافہ دیکھیں گے، صرف اس بحران کے دوران ہی نہیں بلکہ اس کے ختم ہونے کے چھ سے 12 مہینے بعد تک۔'

کیا موجودہ بحران 1970 کی دہائی کے بحران سے بڑا ثابت ہو گا؟

ڈاکٹر نخلے، جو عرب انرجی کلب کی سیکرٹری جنرل بھی ہیں، کہتی ہیں کہ آج کی تیل کی مارکیٹ 1970 کی دہائی کے مقابلے میں کہیں زیادہ متنوع ہے اور مجموعی طور پر تیل کے استعمال میں بھی نمایاں کمی آئی ہے۔

وہ سمجھتی ہیں کہ تیل کی موجودہ قیمتیں زیادہ ہیں، تاہم موجودہ بحران زیادہ شدید نہیں ہے۔

'حالانکہ اپنے حجم کے لحاظ سے موجودہ رکاوٹیں کافی بڑی ہیں لیکن تیل کی موجودہ منڈی 1970 کی دہائی کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور لچکدار ہے۔'

انھوں نے کہا کہ آج کی منڈی زیادہ متنوع ہے، تیل پر کم انحصار کرتی ہے اور اس کے پاس ایسے جھٹکوں سے نمٹنے کے لیے بہتر حفاظتی اقدامات اور ہنگامی ردِعمل کے طریقہ ? کار موجود ہیں۔

ٹیکسس سی آئی بی میں کموڈٹیز ریسرچ کے ڈائریکٹر جوئل ہینکاک کے مطابق ایک اور اہم فرق یہ ہے کہ 1970 کے بحران کا نشانہ ترقی یافتہ ممالک تھے، جن کے پاس نہ صرف وسائل موجود تھے بلکہ وہ سیاسی طور پر بھی اس صورتحال سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔

انھوں نے مزید کہا کہ موجودہ بحران کا بنیادی اثر ترقی پذیر ممالک پر پڑ رہا ہے، جن کے پاس 'ایسے ادارے، مالیاتی استحکام اور اقتصادی طاقت نہیں ہے کہ وہ اس بحران کا مؤثر مقابلہ کر سکیں۔' اس کے علاوہ توانائی کے بنیادی ڈھانچے کو پہنچنے والا نقصان، جو آج ایک بڑا مسئلہ ہے، 1970 کی دہائی کے بحران کے دوران بڑا عنصر نہیں تھا۔

وہ کہتے ہیں کہ 'موجودہ بحرن تب ہی ختم ہو گا جب یہ جنگ ختم ہو گی۔'

ہینی کے مطابق آج کی دنیا کے حق میں کچھ ایسے عوامل بھی کام کر رہے ہیں جو 1970 کی دہائی میں موجود نہیں تھے، جن میں معیشتوں کی بہتر سمجھ بوجھ اور زیادہ ممالک کا تیل کے ذخائر رکھنا شامل ہے۔

انھوں نے مزید کہا کہ 'اصل خطرہ یہ ہے کہ اگر بحران طویل ہو جائے تو مستقبل کے بارے میں توقعات بہت زیادہ مایوس کن ہو جائیں گی۔'

'سب سے اچھا یہی ہو گا کہ یہ تنازع جتنی جلدی ہو سکے ختم ہو جائے اور استحکام کی کوئی شکل بحال ہو جائے۔'

حقائق کی درست ترسیل سے معاشرتی بہتری ممکن ہے

ایڈیشنل آئی جی پنجاب

کرائم بیورو کے بیورو چیف چوہدری مستقیم کی قیادت میں وفد کی محمد علی نیکوکارہ سے ملاقات

حاجی صفدر علی کریالہ نے امن وامان کے قیام کے لیے پولیس کی متحرک حکمتِ عملی کو سراہا

رپورٹ۔محمد نعیم

ایڈیشنل آئی جی آپریشنز پنجاب محمد علی نیکوکارہ نے عید ملن کے پُرمسرت موقع پر ماہنامہ کرائم بیورو میگزین کے وفد سے ایک خوشگوار اور دوستانہ ماحول میں ملاقات کی

یہ ملاقات باہمی احترام، پیشہ ورانہ خیر سگالی اور صحافتی تعاون کے جذبے سے بھرپور تھی، جس نے تقریب کے حسن کو مزید دوبالا کردیا

اس موقع پر وفد میں بیورو چیف چوہدری مستقیم، ڈپٹی بیورو چیف ہارون علی، ڈسٹرکٹ رپورٹر محمد نعیم، تحصیل رپورٹر حیدر علی اور انچارج انوسٹیگیشن ٹیم حاجی صفدر علی کریالہ شامل تھے

وفد کے اراکین نے محکمہ پولیس کی خدمات اور بالخصوص ایڈیشنل آئی جی آپریشنز پنجاب محمد علی نیکوکارہ کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں، فرض شناسی اور عوامی خدمت کے جذبے کو زبردست الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا

حاجی صفدر علی کریالہ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے محمد علی نیکوکارہ کی خدمات کو سراہا اور امن وامان کے قیام کے لئے ان کی کاوشوں کو قابلِ قدر قرار دیا انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی متحرک اور مؤثر حکمتِ عملی قابلِ ستائش ہے

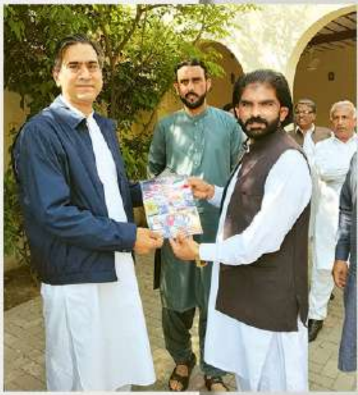

ایڈیشنل آئی جی آپریشنز پنجاب محمد علی نیکوکارہ نے وفد کی آمد پر ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ صحافت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے درمیان مثبت اور ذمہ دارانہ تعلقات معاشرتی بہتری، شفافیت اور امن کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ میڈیا ریاست کا ایک اہم ستون ہے جو حقائق کی درست ترسیل اور عوامی شعور کی بیداری میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے

یہ ملاقات باہمی احترام، افہام وتفہیم اور خیر سگالی کے جذبات کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی، جس میں مستقبل میں بھی ایسے مثبت روابط کے تسلسل کے عزم کا اظہار کیا گیا

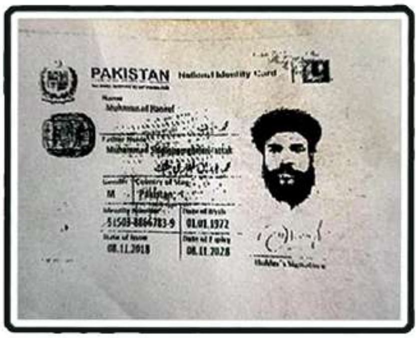

انوسٹر حنیف کی دھوکہ دہی

دوست نے دوست کی جمع پونجی لوٹ لی

رپورٹ: سید زاہد علی شاہ

انسانی رشتوں میں سب سے مقدم شے 'بھروسہ' ہے، لیکن جب یہی بھروسہ مصلحت اور لالچ کی بھینٹ چڑھ جائے تو پیچھے صرف پچھتاوا اور مالی نقصان رہ جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ کراچی کے علاقے یوسف صاحب خان گوٹھ (عرف) فقیرہ گوٹھ نزد گلشن معمار سپر ہائی وے میں سامنے آیا ہے، جہاں ایک قریبی دوست اور انوسٹر کی مبینہ دھوکہ دہی نے ایک خاندان کو مالی بحران سے دوچار کر دیا ہے۔

رپورٹ کے مطابق، متاثرہ شخص اللہ رکھیہ، جو کہ پراپرٹی بروکری کے کام سے وابستہ تھے، اپنے ایک قریبی دوست محمد حنیف ولد محمد صدیق غفاری کے ساتھ مل کر انوسٹمنٹ کا کام کرتے تھے۔ محمد حنیف نے کچھ پلاٹ پٹھان پارٹی کو فروخت کیے تھے، لیکن مبینہ طور پر فراڈ کے باعث وہ پلاٹ خریداروں کو منتقل نہ ہو سکے۔ اس صورتحال میں خریداروں نے جب محمد حنیف پر دباؤ بڑھایا اور تلخ کلامی کی، تو اس نے اپنی جان چھڑانے کے لیے اپنے دوست اللہ رکھیہ سے مدد طلب کی۔

اپنے دوست کی ساکھ بچانے کے لیے اللہ رکھیہ نے ایک بڑا قدم اٹھایا اور اپنے 70 لاکھ روپے مالیت کے مکان کے اصل کاغذات بطور ضمانت ان خریداروں (پٹھان پارٹی) کے حوالے کر دیے تاکہ محمد حنیف کو وقت مل سکے۔ اس موقع پر محمد حنیف نے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا کہ وہ مقررہ وقت پر ادائیگی کر دے گا، بصورتِ دیگر وہ ہرجانے کا ذمہ دار ہوگا۔

فریقین کے درمیان 30 جون 2022 کو 200 روپے کے اسٹامپ پیپر پر ایک اقرار نامہ تحریر کیا گیا

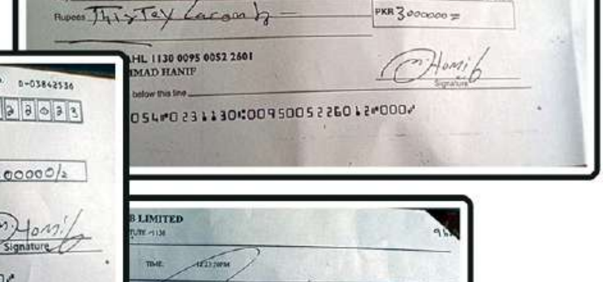

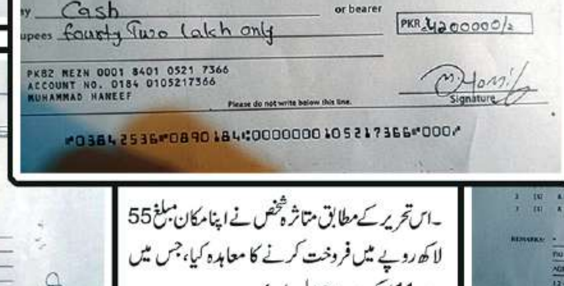

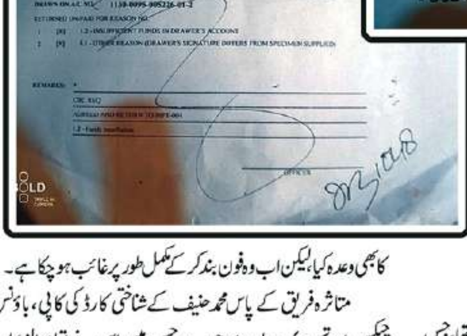

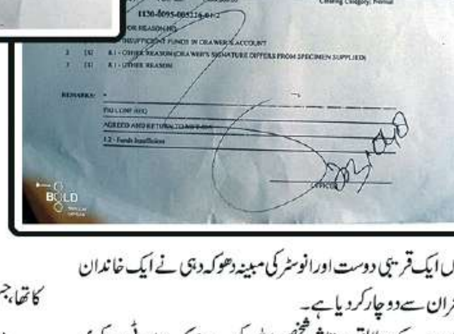

۔اس تحریر کے مطابق متاثرہ شخص نے اپنا مکان مبلغ 55 لاکھ روپے میں فروخت کرنے کا معاہدہ کیا، جس میں سے 11 لاکھ روپے وصول پائے۔

بقایا 44 لاکھ روپے کی ادائیگی کے لیے محمد حنیف نے دو بینک چیکس دیے۔

پہلا چیک (نمبر 10463054) مبلغ 30 لاکھ روپے کا تھا، جس کی تاریخ 5 دسمبر 2022 درج تھی۔

دوسرا چیک (نمبر 10463055) مبلغ 14 لاکھ روپے کا تھا، جس کی تاریخ 5 جنوری 2023 درج تھی۔

اقرار نامے میں یہ بھی واضح کیا گیا تھا کہ اگر چیکس مقررہ وقت پر کیش نہ ہوئے تو محمد حنیف رقم کا دگنا (جرمانہ) ادا کرنے کا پابند ہوگا اور مکان کی ملکیت بھی متاثرہ فریق کی ہی رہے گی۔

بدقسمتی سے محمد حنیف اپنے وعدے پر پورا نہ اترا اور روپوش ہو گیا۔ خریداروں کے مسلسل دباؤ اور گھر تک آجانے کی وجہ سے اللہ رکھیہ کو اپنا 70 لاکھ روپے کا مکان مجبوری میں صرف 35 لاکھ روپے میں فروخت کرنا پڑا تاکہ وہ لوگوں کا قرض اتار سکیں اور اپنی جان چھڑا سکیں۔ بعد ازاں محمد حنیف نے رابطہ ہونے پر 35 لاکھ کے بجائے 70 لاکھ روپے واپسی اور کرائے کی ادائیگی کا بھی وعدہ کیا، لیکن اب وہ فون بند کر کے مکمل طور پر غائب ہو چکا ہے۔

متاثرہ فریق کے پاس محمد حنیف کے شناختی کارڈ کی کاپی، باؤنس شدہ چیکس اور تحریری معاہدہ موجود ہے جس میں اس نے تمام الزامات اور واجبات کو تسلیم کیا ہے۔ متاثرہ خاندان نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ اس نوسر باز اور دھوکہ دہی کرنے والے شخص کے خلاف سخت کارروائی کی جائے اور ان کی ڈوبی ہوئی رقم واپس دلائی جائے۔

عید کی خوشیاں---

کرائم بیورو کے سنگ

رپورٹ: معظمہ جٹ

فیصل آباد میں عیدالفطر کی خوشیوں کو بانٹنے کی ایک خوبصورت مثال اُس وقت دیکھنے میں آئی جب ڈپٹی ایڈیٹر کرائم بیورو، مارشا امر نے مستحق خواتین میں عیدی کے طور پر نقد رقم تقسیم کی اس موقع پر خواتین نے خوشی اور تشکر کا اظہار کیا۔

مارشا امر نے اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ عیدالفطر محبت، ہمدردی اور خوشیاں بانٹنے کا تہوار ہے انہوں نے کہا کہ معاشرے کے کمزور اور ضرورت مند طبقات کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ اگر صاحب استطاعت لوگ آگے بڑھ کر ضرورت مندوں کی مدد کریں تو معاشرے میں بھائی چارہ اور ہمدردی کا جذبہ مزید مضبوط ہو سکتا ہے۔

عیدی حاصل کرنے والی خواتین نے مارشا امر کے اس اقدام کو قابلِ تحسین قرار دیتے ہوئے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید خدمتِ خلق کی توفیق عطا فرمائے۔

علاقہ مکینوں اور سماجی حلقوں نے بھی اس اقدام کو سراہتے ہوئے کہا کہ عید کے موقع پر ایسے فلاحی اقدامات معاشرے میں مثبت پیغام دیتے ہیں اور مستحق افراد کے چہروں پر مسکراہٹ لانے کا باعث بنتے ہیں

تحریر: ماہم چوہدری

انسان بظاہر ایک جسم ہے، مگر حقیقت میں وہ شعور، احساس اور توانائی کا مجموعہ ہے۔

اس کے اندر ایک ایسی خاموش دنیا آباد ہے ۔ جہاں خیالات، جذبات اور نیتیں جنم لیتی ہیں۔ اسی اندرونی دنیا کا سب سے طاقتور اظہار
''دعا'' ہے۔

دعا صرف ایک مذہبی عمل نہیں بلکہ ایک گہرا نفسیاتی، اعصابی اور روحانی مظہر ہے۔ جب انسان دعا کرتا ہے تو وہ صرف الفاظ ادا نہیں کرتا، بلکہ اپنے دل دماغ اور روح کو ایک خاص ترتیب میں لے آتا ہے۔ ایک ایسی ترتیب جو اس کی پوری شخصیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی مثال لیجیے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارے، چاند اور سورج کو دیکھا اور پھر ان کے غروب ہونے پر انہیں رد کیا، تو دراصل وہ انسان کو یہ بتلانا چاہ رہے تھے کہ:

''جو بدل جائے وہ سچ نہیں ہو سکتا؟ اور جو ہمیشہ رہے وہی حقیقت ہے''

یہی وہ لمحہ ہے جہاں انسان کا ذہن مادی دنیا سے نکل کر حقیقی بلند شعور (Higher Consciousness) کی طرف سفر شروع کرتا ہے۔ اور یہی سفر دعا کے ذریعے مکمل ہوتا ہے۔

نیورو سائنس کیا کہتی ہے؟

جدید تحقیق کے مطابق جب انسان خلوص کے ساتھ دعا یا گہری توجہ کرتا ہے تو دماغ کے کئی اہم حصے متحرک ہو جاتے ہیں ۔ فیصلہ سازی کا حصہ بھی زیادہ مستحکم ہو جاتا ہے ؟ جس سے انسان میں سکون اور واضح سوچ پیدا ہوتی ہے۔

خوف کے مرکز کی سرگرمی کم ہو جاتی ہے۔ جس سے خوف، بےچینی اور اضطراب کم ہوتے ہیں۔

کیمیائی مادے جیسے سیروٹونن اور ڈوپامین بڑھتے ہیں، جو خوشی اور اطمینان کا احساس دیتے ہیں۔

یعنی جب انسان سچائی یقین کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اس کا دماغ ''خوف کے موڈ'' سے نکل کر ''سکون اور یقین کے موڈ'' میں آ جاتا ہے۔ دعا ایک توانائی ہے۔

روحانی نقطۂ نظر سے دعا محض الفاظ نہیں بلکہ ایک توانائی (Energy Frequency) ہے۔

جب انسان خلوص کے ساتھ اپنے رب کو پکارتا ہے، تو اس کے اندر سے ایک خاص قسم کی لہریں (vibrations) پیدا ہوتی ہیں۔

یہی وہ کیفیت ہے جسے صوفیاء ''حال'' کہتے ہیں۔

یہ لہریں انسان کے دل کو نرم کرتی ہیں۔

اس کے باطن کو صاف شفاف کرتی ہیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے نورانیت کا غلبہ ہو رہا ہو اور فرشتوں کے ہجوم میں سکون ہی سکون ہو۔

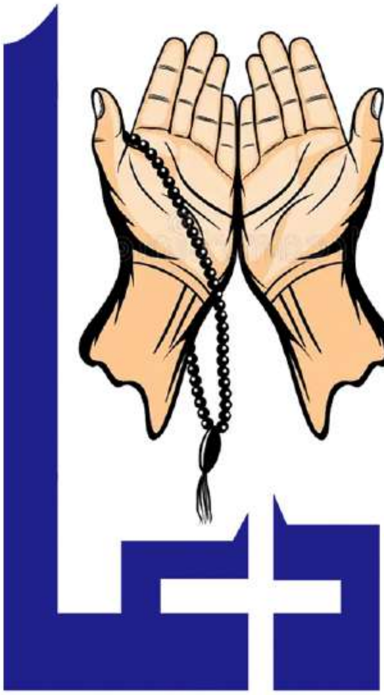

یہی وجہ ہے کہ سچی دعا کے بعد انسان خود کو ''ہلکا'' اور ''پرسکون'' محسوس کرتا ہے ؟ جیسے اس کے اندر کا بوجھ اتر گیا ہو

مقدس قرآن میں فرمان ہے۔

''اللہ رب العزت کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان عطاء ہوتا ہے''

یہ صرف روحانی بات نہیں بلکہ ایک سائنسی حقیقت بھی ہے۔

جب انسان اللہ رب العزت کے ذکر میں ہوتا ہے یا دعا کرتا ہے، تو اس کا اعصابی نظام (Nervous Systen) متوازن ہو جاتا ہے۔

دعا انسان کے شعور کو بدل دیتی ہے۔ یہ اس کے اندر تین بڑی تبدیلیاں پیدا کرتی ہے۔

.1 اندرونی خاموشی

جب انسان بار بار دعا کرتا ہے تو اس کے خیالات آہستہ آہستہ کم ہو جاتے ہیں اور وہ ایک گہری خاموشی میں داخل ہو جاتا ہے۔

.2 یقین کی طاقت

دعا انسان کے اندر یقین کو مضبوط کرتی ہے۔ اور یہی یقین اس کی زندگی کے فیصلوں کو بدل دیتا ہے۔

3۔ انرجی کا توازن

اس کا جسم، دماغ اور روح ایک ہی سمت میں کام کرنے لگتے ہیں، جس سے انسان زیادہ طاقتور محسوس کرتا ہے۔

اہم حقیقت کو بھی جان لیجئے دعا میں الفاظ نہیں، کیفیت اثر رکھتی ہے۔

اللہ رب العزت اُن کی دعائیں بھی سنتا ہے جو الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔

اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ دعا کے مخصوص الفاظ ہی اصل چیز ہیں، مگر حقیقت میں اصل چیز'' کیفیت'' ہے۔

اگر دل حاضر ہو، آنکھوں میں نمی ہو اور یقین مکمل ہو تو اللہ رب العزت دل کے نیک خیالات قبول فرما لیتے ہیں۔

اور اگر دل ہی غافل ہو تو بہترین الفاظ بھی بے اثر ہو جاتے ہیں۔

(اللہ رب العزت کے قُرب میں ہوں تو وہ بن مانگے بھی عطاء فرما دیتے ہیں)

اکثر پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

سوال: کیا دعا واقعی دماغ کو بدل سکتی ہے؟
جواب: جی ہاں جدید نیورو سائنس کے مطابق دعا اور مراقبہ دماغ کے ساختی اور کیمیائی نظام کو مثبت انداز میں تبدیل کرتے ہیں۔

سوال: دعا کرتے وقت بہترین کیفیت کیا ہونی چاہیے؟
جواب: عاجزی، مکمل یقین، اور دل کی گہرائی سے نکلنے والی سچائی، یہ تینوں چیزیں دعا کو طاقتور کر دیتی ہیں۔

سوال: کیا دعا ایک قسم کی ''انرجی'' ہے؟
جواب: روحانی نقطہ نظر سے جی ہاں، دعا ایک لطیف توانائی ہے جو انسان کے باطن اور ماحول دونوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

سوال: کیا ہر دعا قبول ہوتی ہے؟
جواب: ہر جائز دعا کسی نہ کسی شکل میں قبول ہوتی ہے۔ دعا فوراً پوری بھی ہو جاتی ہے، بہتر وقت کے لیے مؤخر بھی جاتی ہے۔
دعا کے بدلے کوئی مصیبت بھی ٹال دی جاتی ہے یا پھر بہترین نعم البدل عطاء فرما دیا جاتا ہے۔

سوال: دعا قبول نہ ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟
جواب: دل کی غفلت، حرام کمائی، بے صبری اور یقین کی کمی دعا کے اثر کو کم یا مقبول نہیں ہونے دیتی۔

سوال: کیا دعا تقدیر کو بدل سکتی ہے؟
جواب: جی ہاں دعا تقدیر کے فیصلوں میں تبدیلی کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ احادیث میں ذکر ملتا ہے۔
(بہر حال ہمارے دل، دماغ اور جسم کے اندر شک بے یقینی کا شور نہ ہو اور اللہ رب العزت پر یقین ہو تو ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے)

مجھے اچانک دبئی کا ویزا مل گیا

ایران جنگ کے باعث متحدہ عرب امارات میں 'مواقع سے فائدہ' اٹھاتے پاکستانیوں کی کہانیاں

بیرون ملک جانے کے خواہشمند انیق بٹ کو قریب ایک سال سے دبئی کا ویزا نہیں ملا تھا۔ وہ پاکستان کے حالات سے تنگ تھے اور متحدہ عرب امارات جا کر روزگار کمانا چاہتے تھے۔

لیکن پھر فروری کے اواخر میں امریکہ اور اسرائیل نے ایران کے خلاف جنگ شروع کی جس کے بعد سے تہران کی طرف سے متحدہ عرب امارات سمیت خلیجی ریاستوں میں جوابی کارروائیاں جاری ہیں۔

انیق بٹ، جن کا نام ان کے تحفظ کے لیے تبدیل کیا گیا ہے، کا کہنا ہے کہ اس جنگ میں 'بہت سارے لوگوں کا نقصان ہو گیا (مگر) وہیں ہمیں یہ فائدہ ہوا ہے کہ نہ صرف میرا دبئی کا ویزا جاری ہو گیا بلکہ میں یہاں آ کر اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ان کے کاروبار میں ہاتھ بھی بٹانے لگا ہوں۔'

انیق اِن پاکستانیوں میں شامل ہیں جنھوں نے طویل تاخیر کے بعد اچانک ویزا مل جانے پر تمام تر خطرات کے باوجود دبئی اور ابوظہبی کے ٹکٹ کٹوائے اور وہاں پہنچ گئے۔

اس تاخیر کی وجہ بظاہر متحدہ عرب امارات میں ویزا پالیسی کی تبدیلی تھی۔ جبکہ پاکستان نے بھی گذشتہ مہینوں کے دوران مختلف وجوہات کی بنا پر ہزاروں مسافروں کو آف لوڈ کیا ہے تاکہ پاسپورٹ کی ساکھ بحال کر سکے۔

'میرے لیے دبئی دنیا کی جنت ہے'

انیق بٹ کے بڑے بھائی ارحم 2002 سے دبئی میں مقیم ہیں اور وہاں گاڑیوں کے کاروبار سے منسلک ہیں۔ انھوں نے کئی سال بطور مکینک کام کیا مگر چار سال پہلے اپنی ورکشاپ قائم کی ہے۔

وہ دبئی میں لوگوں کی گاڑیاں مرمت کرتے ہیں۔ ان کے مطابق حادثے کا شکار گاڑیوں کو نیلامی میں خرید کر انھیں ری کنڈیشن کر کے بیچنے میں اچھا منافع مل جاتا ہے۔

ارحم نے بی بی سی اردو کو بتایا کہ ان کے لیے اب بھی دبئی 'دنیا کی جنت ہے جس نے مجھے زیرو سے اس مقام پر پہنچایا۔'

وہ اب یہاں مالی لحاظ سے مستحکم ہو چکے ہیں اور 'اگر پاکستان میں ہی رہتے تو شاید صورتحال ایسی نہ ہوتی۔'

جب وہ 24 سال پہلے دبئی پہنچے تو 'گھر قرضے میں بری طرح جکڑا ہوا تھا، لوگ اپنے ادھار کی رقم واپس مانگنے آتے تھے تو ہم شرمندگی کے باعث دروازہ نہیں کھولتے تھے۔'

'گھر میں جو کچھ تھا وہ بیچ کر والدین نے مجھے دبئی بھجوایا اور میں نے یہاں مشکل حالات ضرور دیکھے لیکن ناکامی کا منھ نہیں دیکھا۔ دن رات کی تفریق کیے بغیر کام کیا اور اس کا پھل پایا۔'

ان کا کہنا تھا کہ 'آج پاکستان میں میرا دس مرلے کا ذاتی گھر اور چار پلاٹ ہیں، بچے اچھے سکولوں میں پڑھتے ہیں، بیوی بچوں کو سال میں ایک بار وزٹ ویزے پر دبئی کی سیر کروا دیتا ہوں۔'

ان کی رائے میں 'پاکستان میں اس کی عزت ہے جس کے پاس پیسہ ہے۔ میرے پاس دبئی کے درہم ہیں اس لیے مالی پریشانیوں سے آزاد ہو چکا ہوں۔'

ارحم بٹ کہتے ہیں کہ دبئی میں گاڑیوں کے کام کی سمجھ بوجھ ہونا ایک فن ہے۔ 'میں نے دو عشرے اس کام میں گزارے ہیں، میرے لیے اس کام کو آگے بڑھانا کوئی مشکل نہیں تھا۔ اسی وجہ سے میں اپنے چھوٹے بھائی کو بھی یہاں بلانا چاہ رہا تھا تاکہ وہ بھی اس کام کو سیکھے اور میرا ہاتھ بٹائے۔ تاہم اسے ویزا نہیں مل پا رہا تھا۔'

وہ کہتے ہیں کہ 'میرے پاس ورکشاپ کا جو لائسنس ہے اس کے تحت میں دوسرے ملک سے ورکرز کو ویزا سپانسر کر سکتا ہوں۔ لیکن جب سے دبئی حکومت کی پاکستان کے لیے ویزا پالیسی تبدیل ہوئی ہے، بھائی کے ویزے میں رکاوٹیں آ رہی تھیں کیونکہ بھائی غیر شادی شدہ ہے۔'

لیکن اب 'ایک کنسلٹنٹ نے بتایا کہ جنگ کی وجہ سے ویزا پالیسی نرم ہوئی ہے۔ چنانچہ میں نے یہاں سے ویزا اپلائی کیا تو وہ دو دنوں بعد ہی منظور ہو گیا اور بھائی اگلی فلائٹ سے پاکستان سے دبئی پہنچ گیا۔'

دبئی میں کن شعبوں میں پاکستانیوں کے لیے ملازمتیں ہیں؟

ملک ابوبکر (تبدیل شدہ نام) بھی ان خوش قسمت لوگوں میں شامل ہیں جو کہ حال ہی میں دبئی پہنچے ہیں اور انھوں نے وہاں فوری طور پر روزگار کمانا شروع کر دیا ہے۔

ان کے بہنوئی ملک ذیشان اپنی فیملی کے ساتھ شارجہ میں مقیم ہیں اور ان کی دبئی میں ٹورزم کمپنی اور الیکٹرونکس ریپئرنگ شاپ ہے۔ وہاں انھوں نے کچھ ملازم رکھے ہوئے ہیں۔ حالیہ جنگ کی وجہ سے ٹورزم کمپنی تو فی الحال بند پڑی ہے لیکن الیکٹرونکس شاپ چل رہی ہے۔

ملک ابوبکر بتاتے ہیں کہ انھوں نے بزنس ایڈمنسٹریشن میں گریجویشن کی ہوئی ہے اور پاکستان میں انھوں نے نوکری کے لیے متعدد جگہ پر اپلائی کیا تھا لیکن کوئی 20، 22 ہزار روپے سے زیادہ تنخواہ دینے کو تیار نہ تھا۔

ان کا کہنا ہے کہ 'میرے بہنوئی نے مجھے کہا ہوا تھا کہ تم دبئی میں سیٹ ہو سکتے ہو لیکن اس کے لیے اگر تمھاری انگریزی اچھی ہے تو ٹورزم کمپنی میں کام کر سکو گے جہاں ایک سو درہم روزانہ تنخواہ ملے گی۔ اور جو ٹپ ملے گی وہ تمھاری ہو گی۔'

ملک ابوبکر کہتے ہیں کہ دبئی میں الیکٹرونکس مرمت، پلمبنگ اور دیگر ایسے کاموں میں اچھے پیسے کمائے جا سکتے ہیں لیکن اس کے لیے 'پڑھائی اور معاشرتی جھجک کو بالائے طاق رکھنا پڑتا ہے۔'

وہ کہتے ہیں کہ 'میں نے بے روزگاری کے دنوں میں ایئر کنڈیشن ریپئرنگ اور پلمبنگ کا کام سیکھ لیا تھا۔ اب ویزوں میں نرمی ہوتے ہی جب بہنوئی نے ویزا اپلائی کیا تو مجھے ویزا مل گیا۔'

وہ اب دبئی میں روزانہ دس گھنٹے کام کر کے ڈیڑھ سے دو سو درہم کما رہے ہیں جو کہ پاکستانی بارہ سے سولہ ہزار روپے بنتے ہیں۔

'اتنے پیسوں میں تو پاکستان میں کوئی مجھے ماہانہ تنخواہ پر رکھنے کو تیار نہ تھا۔'

'آئی ٹی کی نوکریوں میں مقابلہ سخت'

ٹیپو خان آئی ٹی گریجویٹ ہیں۔ اگرچہ وہ دبئی تو پہنچ گئے ہیں تاہم فی الحال نوکری کی تلاش میں ہیں۔

ٹیپو خان کہتے ہیں کہ وہ لاہور میں ایک میڈیکل بلنگ کمپنی کے ساتھ کام کر رہے تھے اور اس کمپنی کو امریکہ کی کسی کمپنی سے کنٹریکٹ ملا ہوا تھا، تاہم پاکستان میں کمپنی کے مالک نے کم تنخواہوں پر بندے بھرتی کیے ہوئے تھے اور وہ تیس پینتیس ہزار ماہانہ سے زیادہ تنخواہ نہیں دیتے تھے، جس وجہ سے انھوں نے پاکستان سے دبئی میں نوکریوں کے لیے اپلائی کرنا شروع کر دیا۔

وہ بتاتے ہیں کہ 'میرا ایک دوست دبئی میں پراپرٹی کا کام کرتا ہے جس نے میری کچھ لوگوں کے ساتھ بات بھی کروائی جو کہ دبئی میں آئی ٹی سے منسلک تھے، تاہم ان کا کہنا تھا کہ یہاں مقابلہ سخت ہے اور آسانی سے جاب نہیں مل سکتی۔ اگر آپ دبئی میں رہ کر اپلائی کرو اور انٹرویوز دو تو شاید بات بن جائے، لیکن پاکستان میں رہ کر آپ کو کوئی نوکری نہیں دے گا۔'

ٹیپو خان کہتے ہیں کہ 'میرے دوست نے میرے لیے ویزے کا بندوبست کرنا چاہا لیکن وہ ناکام رہا۔ اب ویزہ مل گیا ہے اور میں یہاں آ کر روزانہ پندرہ بیس جگہوں پر اپلائی کرتا ہوں، لیکن کوئی انٹرویو کے لیے کال ہی نہیں کرتا۔'

'جو تین انٹرویوز ہوئے ہیں وہ بھی فون کال پر ہوئے لیکن اس کے

بعد کوئی ریسپانس نہیں ملا۔ میرا دوست کہتا ہے کہ دبئی انٹرنیشنل مارکیٹ ہے، یہاں پاؤں جمانا مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں، اس لیے کوشش جاری رکھو۔'

وہ کہتے ہیں کہ 'میرے ویزے کی معیاد تین ماہ ہے جس میں سے دو ہفتے تو گزر چکے ہیں۔ یہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ایران کی امریکہ، اسرائیل کے ساتھ جنگ بند ہوگئی تو بڑے پیمانے پر نوکریاں نکلیں گی اور میرا چانس بھی بن جائے گا۔'

'میں پُرامید ہوں اور مایوس نہیں ہوا۔ اگر میری قسمت میں اچھے دن لکھے ہیں تو ضرور آئیں گے۔'

ایران جنگ کے خاتمے کا انتظار اور امیدیں

چودھری نعیم وسطی پنجاب کے شہر وزیرآباد کے زمیندار ہیں، جن کے دبئی اور شارجہ میں مختلف اپارٹمنٹس ہیں جن کو انھوں نے کرائے یا سالانہ ٹھیکے پر دے رکھا ہے، لیکن اب وہ مزید اپارٹمنٹس خریدنا چاہتے ہیں۔

چودھری نعیم کہتے ہیں کہ خلیجی ممالک میں کبھی کسی نے نہیں سنا کہ اس کی انویسٹمنٹ ڈوب گئی ہو۔ منافع کم یا زیادہ ہوسکتا ہے لیکن دھوکہ فراڈ ہونے کا چانس کم ہوتا ہے۔

'میں نے ایک بیڈروم اور دو بیڈرومز کے جو اپارٹمنٹس چھ سات سال پہلے لیے تھے، وہ کرایہ پر دینے کی وجہ سے نہ صرف اپنی قیمت پوری کر چکے ہیں بلکہ ان کی قیمتیں دو سے تین گنا بڑھ چکی ہیں۔ یہ ایسا کاروبار ہے جس میں آپ ایک بار سرمایہ لگاتے ہیں اور پھر پوری زندگی گھر بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ ہر ماہ کرایہ بھی آتا رہتا ہے اور اپارٹمنٹ کی ویلیو بھی بڑھتی رہتی ہے۔'

چودھری نعیم نے کووڈ 19 کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ وبا کے دنوں میں جب کاروبار پر بحران آیا تھا تو جن لوگوں نے کم قیمت پر ولاز اور اپارٹمنٹس خریدنے کا رسک لیا تھا ان کے 'وارے نیارے ہوگئے۔ کووڈ کے خاتمے کے بعد پراپرٹی کو جو جمپ لگا وہ ڈبل ریٹس کا تھا۔ اب بھی یہی امکان ہے کہ ایران جنگ جب ختم ہوگی تو پراپرٹی پھر کم از کم پچاس فیصد ریٹس پر جمپ کرے گی۔'

چودھری نعیم کہتے ہیں کہ 'پاکستان سے بڑی تعداد میں لوگ دبئی میں گاڑیوں، پراپرٹی، گروسری سٹورز اور الیکٹرانکس کے بزنس میں انویسٹمنٹ کرنا شروع ہوگئے ہیں۔ چونکہ دبئی میں اس وقت کاروبار کم ہے اور گاڑیوں اور پراپرٹی کے ریٹس گرے ہوئے ہیں، تو پاکستانیوں نے اس موقع کو گولڈن چانس سمجھ کر وہاں گاڑیوں اور پراپرٹی کی خریداری شروع کر دی ہے۔ یہ کاروباری سوچ ہے، اس میں کوئی کسی کا نقصان نہیں کر رہا بلکہ موقع سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔'

گوجرانوالہ کے بلال چٹھہ کا کچھ سال پہلے دبئی میں پراپرٹی کا کاروبار تھا۔ دو سال پہلے وہ اپنا کاروبار ختم کر کے واپس پاکستان آ گئے تھے اور یہاں سیاست میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی اور مختلف ہاؤسنگ سوسائٹیوں میں فائلیں خرید لی تھیں۔

بلال چٹھہ نے بتایا کہ 'توقع کے برعکس فائلوں کے ریٹس بڑھنے کے بجائے کم ہوگئے اور ان کا سیاست میں قدم رکھنے کا شوق بھی وقت کے ساتھ ساتھ ماند پڑ گیا کیونکہ ملکی سیاست میں جو کچھ چل رہا ہے، اس میں کسی نئے بندے کی انٹری ہونا مشکل ہے۔'

وہ کہتے ہیں کہ 'میرے پاس دبئی کا پارٹنر ویزہ پہلے سے موجود تھا تو میں نے یہی سوچا کہ واپس دبئی چلا جاؤں اور بہتر جگہ پر انویسٹمنٹ کروں، کیونکہ یہی موقع ہے اپنا نقصان پورا کرنے کا۔'

بلال چٹھہ کا خیال ہے کہ 'اگر آپ کے پاس زیادہ سرمایہ ہے یا پھر اگر آپ کو کوئی ہنر آتا ہے اور مزدوری کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی تو دبئی آپ کے لیے بہتر جگہ ہے۔'

چین کا مُردوں کی باقیات دفنانے کے بجائے کثیر منزلہ رہائشی عمارتوں میں محفوظ رکھنے پر پابندی عائد کرنے کا اعلان

چینی حکومت ایک نیا قانون متعارف کروانے جا رہی ہے جس کے تحت شہری اپنے پیاروں کی باقیات (راکھ یا استھیاں) خالی اپارٹمنٹس (عمارتوں) میں نہیں رکھ سکیں گے۔

یاد رہے کہ چین میں قبرستان میں تدفین کی جگہ خریدنا ایک انتہائی مہنگا عمل ہے اور اسی لیے کئی چینی شہری اپنے پیاروں کی آخری رسومات ادا کرنے اور ان کی میتوں کو نذرِ آتش کرنے کے بعد اُن کی راکھ یا استھی عمارتوں میں موجود خالی فلیٹس میں رکھ دیتے ہیں۔

وہ عمارتیں جہاں باقیات رکھی جاتی ہیں انھیں 'بون ایش اپارٹمنٹس' کہا جاتا ہے۔ نیا قانون اس عمل کا خاتمہ کرے گا جو اس وقت چین میں تیزی سے عام ہو رہا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ملک بھر میں قبرستانوں میں جگہ کم پڑ رہی ہے جس کے باعث تدفین کے اخراجات حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔

چین میں جائیداد کی کم ہوتی قیمتوں کے باعث بہت سے افراد کے لیے خالی اپارٹمنٹ خرید کر اُس میں اپنے عزیزوں کی راکھ یا باقیات رکھنا، جنازے اور تدفین پر اٹھنے والے مہنگے اخراجات ادا کرنے سے کہیں سستا ثابت ہوتا ہے۔

نئے قانون کے تحت رہائشی املاک (عمارتوں) کا 'راکھ رکھنے کی جگہ' کے طور پر استعمال کرنا ممنوع ہوگا، اور قبرستانوں یا تدفین کے لیے مختص جگہوں کے علاوہ کہیں بھی باقیات دفنانے پر پابندی عائد کی جائے گی۔

بون ایش اپارٹمنٹس وہ خالی رہائشی یونٹس ہوتے ہیں جنھیں مرنے والوں کے لواحقین ایک طرح کے مذہبی یا یادگاری ہال میں تبدیل کر دیتے ہیں، اور اس مقام پر مرحومین کی راکھ رکھی جاتی ہے۔

چینی میڈیا کے مطابق ایسے اپارٹمنٹس کی نشاندہی اکثر کھڑکیوں اور

دروازوں پر موجود بند پردوں یا سیل کی گئی کھڑکیوں سے ہو جاتی ہے۔ چین میں رہائشی پراپرٹی کی قیمتیں گذشتہ برسوں کے دوران واضح طور پر کم ہوئی ہیں۔

اندازوں کے مطابق سنہ 2021 کے مقابلے میں سنہ 2025 میں پراپرٹیز کی قیمت میں 40 فیصد تک کمی ریکارڈ کی گئی ہے اور شہری پراپرٹی کی انھی کم قیمتوں کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

دوسری جانب قبرستانوں میں جگہ محدود ہے اور وہاں تدفین کے لیے صرف عارضی لیز دی جاتی ہے جس کی تجدید ہر 20 سال بعد فیس کی ادائیگی کے ذریعے ہوتی ہے۔ بیجنگ کے چانگ پنگ تیان شو قبرستان میں تدفین کے لیے مختص کم قیمت پلاٹس کی قیمتیں 10 ہزار یوان (لگ بھگ ساڑھے چار لاکھ پاکستانی روپے) سے شروع ہو کر دو لاکھ یوان (تقریباً 81 لاکھ روپے) تک جاتی ہیں۔

جبکہ ایک معیاری قبر، جس کے سرہانے کتبہ نصب ہو سکے، کی قیمت تقریباً ڈیڑھ لاکھ یوان (تقریباً 61 لاکھ پاکستانی روپے) سے شروع ہوتی ہے اور تین لاکھ یوان (تقریباً ایک کروڑ 21 لاکھ سے زائد) تک جاتی ہے۔

جبکہ اس کے علاوہ جنازے کی تقریب پر اٹھنے والے اخراجات بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ برطانوی انشورنس کمپنی سن لائف※ کے مطابق سنہ 2020 میں چین میں ایک جنازے کی اوسط لاگت ملک کی سالانہ اوسط تنخواہ کے تقریباً نصف کے برابر تھی (یعنی چھ ماہ کی تنخواہ)۔

تاہم اس قانون پر تنقید بھی ہو رہی ہے۔

سوشل میڈیا پر صارفین نے قبرستان میں دستیاب پلاٹس کی بلند قیمتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے سوال اٹھایا ہے کہ اس صورتحال کے پیشِ نظر نئے قانون پر عمل درآمد کیسے ہوگا؟

ویبو پر ایک صارف نے لکھا: کہ 'اگر قبرستان میں دستیاب تدفین کے پلاٹس سستے ہوتے تو کون اس طریقے کا سہارا لیتا؟ (یعنی اپنے پیاروں کی باقیات کو اپارٹمنٹس میں رکھتا)۔'

ایک اور صارف نے سوال کیا کہ حکام کیسے جانچیں گے کہ کوئی اپارٹمنٹ صرف راکھ رکھنے کے لیے استعمال ہو رہا ہے اور ایسے معاملات سے نمٹا کیسے جائے گا؟

یہ پابندی ایسے وقت میں سامنے آئی ہے جب چند ہی دن بعد چین میں چِنگ مِنگ فیسٹیول، جسے ٹومب سویپنگ ڈے بھی کہا جاتا ہے، منایا جائے گا۔

اس موقع پر لوگ اپنے مرحوم عزیزوں کی قبروں کی صفائی کرتے ہیں اور روایتی نذرانے پیش کرتے ہیں۔

منگل کے روز چین کی سٹیٹ ایڈمنسٹریشن فار مارکیٹ ریگولیشن اور وزارتِ شہری امور نے فیونرل انڈسٹری کے لیے بھی نئے اور سخت قواعد کا اعلان کیا۔ یہ اعلان جنازوں پر بڑھتی ہوئی لاگت کے حوالے سے عوامی تشویش کے بعد سامنے آیا ہے۔

حکام نے کہا کہ وہ دھوکے بازی اور قیمتوں میں عدم شفافیت کے خلاف سخت اقدامات کریں گے تاکہ 'عوام پر جنازوں کا بوجھ کم کیا جا سکے۔'

PAKISTAN RESOLUTION DAY

23RD مارچ 1940

May our hearts remain grateful and our actions continue to build a stronger Pakistan.

تعلیم ہی روشن مستقبل کی ضمانت ہے

ادارے کا پیغام:

- سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو کی پالیسی کے مطابق علم کی روشنی پھیلانے اور سندھ کے ہر بچے تک مفت تعلیم پہنچانے کا مشن جاری رہے گا
- ہم شہید بینظیر بھٹو کے دکھائے گئے راستے پر چلتے ہوئے ایک ایسا معاشرہ بنانے کے لیے پرعزم ہیں جہاں ہر بچے کو تعلیم اور شعور کا بنیادی حق حاصل ہو

منجانب: چیئرمین/سیکریٹری (سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو)

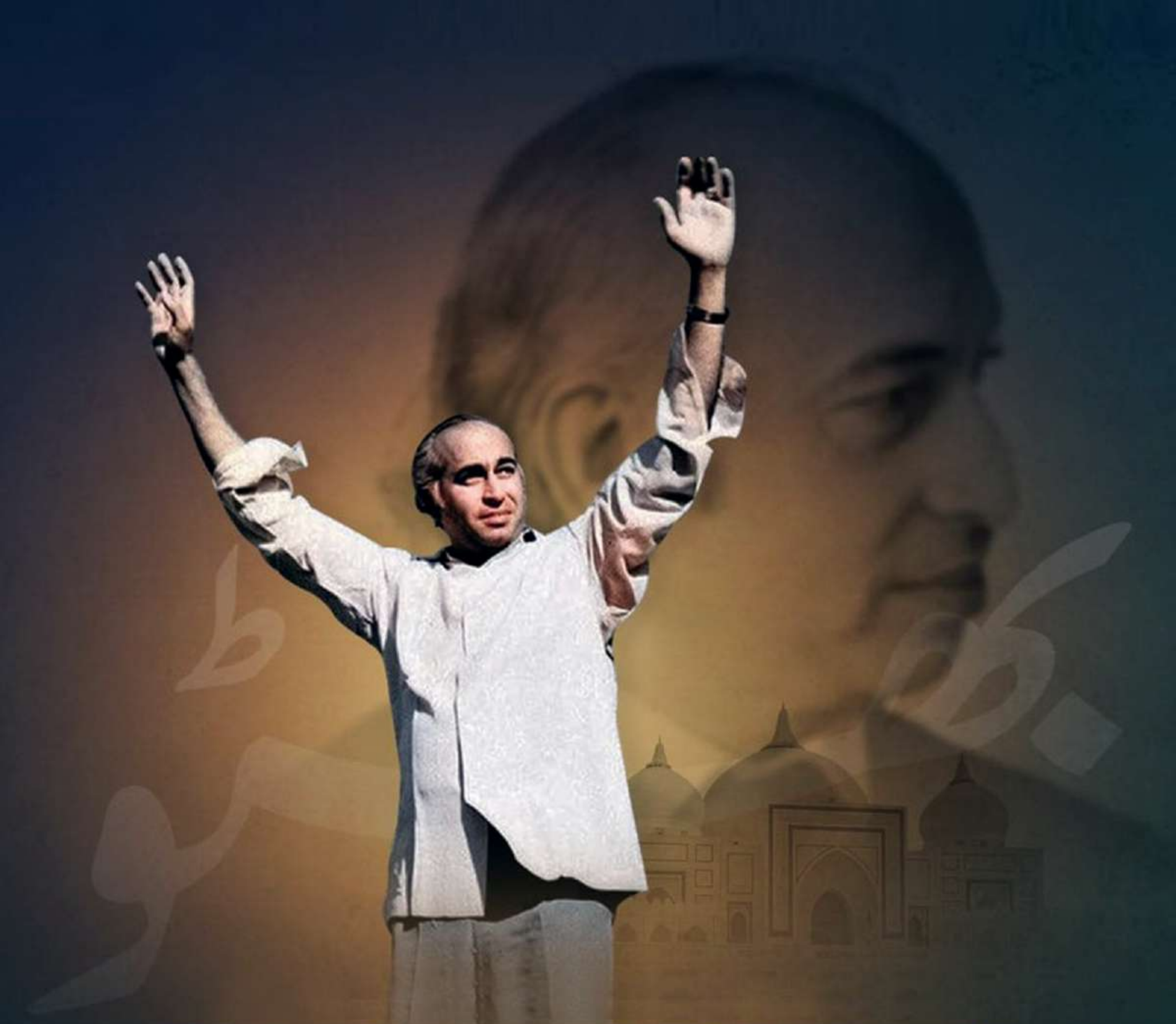

SHAHEED ZULFIKAR ALI BHUTTO

4 APRIL 1979

تعلیم ہی روشن مستقبل کی ضمانت ہے

ادارے کا پیغام:

- سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو کی پالیسی کے مطابق علم کی روشنی پھیلانے اور سندھ کے ہر بچے تک مفت تعلیم پہنچانے کا مشن جاری رہے گا
- ہم شہید بینظیر بھٹو کے دکھائے گئے راستے پر چلتے ہوئے ایک ایسا معاشرہ بنانے کے لیے پرعزم ہیں جہاں ہر بچے کو تعلیم اور شعور کا بنیادی حق حاصل ہو

منجانب: چیئرمین/سیکریٹری (سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو)